بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنار بلند تر محکم اُفتاد

ختمِ نبوّت کی حقیقت

رسول پاک کا عدیم المثال مقام

تصنیف لطیف

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دوستو اِک نظر خدا کے لئے
سیّد الخلق مصطفیٰؐ کے لئے

جو غلط فہمیاں اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے متعلق پھیلائی گئی ہیں ان میں غالباً سب سے زیادہ شر انگیز غلط فہمی اس بہتان سے تعلق رکھتی ہے کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی منکر ہے اور اپنے سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ کو ایسا نبی مانتی ہے جس سے حدیث لانبی بعدی اور حدیث انی آخر الانبیاء کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے اور گویا سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دَور ختم کر کے ایک نئے مذہب اور نئے سلسلۂ رسالت کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے۔ یہ رسالہ اسی سرتاپا باطل الزام اور سراسر بے بنیاد اتہام کو دور کرنے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اور گو اس رسالہ کی تصنیف ایسے وقت میں ہوئی ہے جب کہ پنجاب کے گذشتہ ہنگامی حالات کی وجہ سے توجہ میں کافی انتشار کی کیفیت تھی اور خاطر خواہ یکسوئی میسر نہیں تھی لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس رسالہ میں اس مسئلہ کے وہ سب ضروری پہلو مختصر طور پر آگئے ہیں جو اس بارے میں جماعت احمدیہ کے عقائد اور ان عقائد کے دلائل اور پھر ان دلائل کی حکمت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ کوئی دلیل خواہ وہ کتنی ہی روشن اور پختہ ہو کسی انسان کے دل میں راہ نہیں پا سکتی جب تک کہ کوئی شخص اپنے دل و دماغ کی کھڑکیوں کو کھلا رکھ کر حق و صداقت کو بلا خوف لَوْمَةَ لَائِمٍ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ پس خاکسار راقم الحروف ہر اس صداقت پسند انسان سے جس کے ہاتھ میں یہ رسالہ پہنچے خدائے ذوالجلال اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہے کہ وہ اسے شروع سے لیکر آخر تک خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ساتھ خدا کے حضور دست بدعا رہے کہ اگر اس رسالہ کا مضمون حق و صداقت پر مبنی ہے تو وہ اُسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ دل کی تسلی کی کنجی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کی طرف یہ عاجز رجوع کرتا اور اپنے ناظرین کو رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد

۳۰ ؍ اپریل ۱۹۵۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ختمِ نبوت کی حقیقت

رسولِ پاکؐ کا عدیم المثال مقام

سب حمد و ثناء اُس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے جس نے انسان ضعیف البنیان کو اس کائناتِ عالم کا مرکزی نقطہ قرار دے کر اسے اشرف المخلوقات کے مقام سے نوازا اور پھر اس کی ہدایت کے لئے سلسلۂ رسالت جاری فرمایا۔ ہمارے آقا فخرِ انبیاء سیدِ ولدِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے وجود باجود میں نبوت کے کمالات کو اس انتہائی بلندی تک پہنچایا جس تک اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی انسان کی پہنچ نہیں۔ یہ وہ آفتاب عالمتاب تھا جس میں خدائی انوار کا اجتماع اپنے کمال کو پہنچ گیا اور اس سراج منیر کی روشنی قیامت تک کے لئے تمام بنی نوعِ آدم کے واسطے ہدایت کا ذریعہ قرار پائی۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ و بارک وسلم وابعثہ مقاماً محموداً الذی وعدتہ۔

ہر نور کے ساتھ ظلمت کا سایہ لگا ہوتا ہے

مگر جس طرح ہر روشنی کے ساتھ تاریکی لگی ہوئی ہے حتیٰ کہ خدائے حکیم و علیم نے فرشتوں کے نورانی وجود کے ...

بھی ابلیس کا سیاہ سایہ لگا رکھا ہے اور جس طرح ہر دن کے پیچھے رات آتی ہے اسی طرح باوجود اس کے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا درخشاں سورج تمام زمانوں اور تمام قوموں کو روشنی پہنچانے کے لئے طلوع ہوا تھا خدا تعالیٰ نے اپنے ازلی قانونِ ہدایت کے ماتحت یہ مقدر کر رکھا تھا کہ آپؐ کے اس ابدی دور میں بھی لوگوں کی سیاہ بختی کی وجہ سے کبھی کبھی ظلمت اور تاریکی کے زمانے آتے رہیں گے۔ اور آپ نے اپنی اُمت کو خبر دی تھی کہ ان تاریکیوں کے ایام میں بھی میرا خدا میری اُمت کو بھولیگا نہیں بلکہ میرے آفتاب ہدایت کی منعکس شدہ روشنی کے ذریعہ حسب ضرورت روحانی چاند پیدا کرتا رہیگا جن میں سے کوئی چاند پہلی رات کے ہلال کی طرح ہوگا اور کوئی اُس سے بڑا اور کوئی اس سے بڑا اور کوئی چودھویں رات کے درخشاں چاند کی طرح پورا اور روشن ہوگا۔ مگر بہرحال یہ سب چھوٹے اور بڑے چاند آپؐ ہی کے سورج کے گرد گھومنے والے ہوں گے۔

اُمتِ محمدیہ میں خلفاء کا سلسلہ

چنانچہ آپؐ کی زبان مبارک سے خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ (سورۃ نور آیت ۵۶)

"یعنی اے اُمتِ محمدیہ کے لوگو اللہ تعالیٰ تم میں سے کامل ایمان رکھنے والوں اور اعلیٰ اعمال بجالانے والوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں اسی طرح دُنیا میں خدمتِ دین کیلئے خلفاء مقرر کرے گا جس طرح کہ اُس نے تم سے پہلے نبیوں کی قوموں میں خلفاء مقرر کئے۔ اور اللہ تعالیٰ اِن خلفاء کے ذریعہ اس دین اسلام کو جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے دُنیا میں مضبوط و مستحکم کر دے گا۔ اور ان کی خوف کی حالت کو امن کی حالت سے بدل دے گا۔ یہ خلفاء خالص میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ مگر اس انتظام کے ہوتے ہوئے بھی جو شخص انکار اور ناشکری کا راستہ اختیار کریگا وہ خدا کے نزدیک بدعہد سمجھا جائے گا۔"

مجدّدین کا سلسلہ

اِس قرآنی آیت کی تشریح میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔ (ابوداؤد جلد ۲ باب الملاحم)

"یعنی خدا تعالیٰ میری امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کر کے مسلمانوں کے اُن عقائد اور اعمال کی اصلاح کیا کرے گا جو اس درمیانی عرصہ میں بگڑ چکے ہوں گے۔"

مثیلِ مسیح کی پیشگوئی

لیکن عام مجدّدین کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے بعد ایک خاص تاریکی کے زمانہ کا بھی ذکر فرمایا تھا جس میں غیر معمولی دجالی فتنوں کا ظہور مقدر تھا اور چونکہ بڑے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے بڑے مصلح کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آپؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اس زمانہ میں ایک عالی شان مجدد یعنی مثیلِ مسیحؑ کا نزول ہوگا۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں :۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حَکَماً عَدلاً فیکسر الصلیب ویقتلُ الخنزیر و یضع الجزیۃ .... کیفَ انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم ۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ بن مریم)

"یعنی مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ضرور ضرور مسیحؑ ابن مریم اپنے ایک مثیل کے ذریعہ نازل ہوگا۔ وہ تمام دینی اختلافات میں حَکَمْ بن کر فیصلہ کرے گا اور اس کا فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہوگا۔ وہ صلیبی فتنہ کے زور کے وقت میں آئے گا اور اس فتنہ کو پاش پاش کر دے گا۔ اور اس وقت دنیا میں خنزیری گندولں اور پلیدیوں کا بھی زور ہوگا اور مسیحؑ ان پلیدیوں کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ مگر یہ سب کام دلائل اور براہین اور روحانی نشانوں کے ذریعہ ہوگا کیوں کہ مذہبی جنگ اور جزیہ اُس زمانہ میں موقوف ہو جائے گا ...... ہاں ہاں

اُس وقت تمہاری کیسی اچھی حالت ہو گی جب مسیح تم میں نازل ہو گا اور وہ تمہیں میں سے تمہارا ایک امام ہو گا"

امام مہدی یعنی بروزِ محمدی کے ظہور کی خبر

اس پیشگوئی کے دوسرے پہلو کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ۔ (سورۃ جمعہ آیت ۳'۴)

"یعنی خدا نے عربوں میں اُنہیں میں سے اپنا ایک رسول بھیجا ہے جو اُنہیں خدا کی آیات پڑھ کر سُناتا ہے اور اُنہیں پاک وصاف کرتا اور کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے اگرچہ اس سے قبل وہ کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت بھی انہی کے ساتھ کی ہے جس کی ہمارا یہ رسول (اپنے ایک ظل اور بروز کے ذریعہ) تربیت فرمائے گا۔ مگر یہ جماعت ابھی تک دنیا میں ظاہر ہو کر صحابہؓ کی جماعت سے ملی نہیں لیکن آئندہ ایک زمانہ میں ضرور ظاہر ہو جائے گی"

مسیح و مہدی نے اہلِ فارس میں سے ہونا تھا

بخاری کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب سورۃ جمعہ کی یہ آیات نازل ہوئیں

جو اوپر درج کی گئی ہیں تو کسی صحابی نے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آخرین لوگ کون ہیں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقرب صحابی حضرت سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ:-

لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ھٰؤلاء۔

(بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ جمعہ)

"یعنی اگر کسی زمانہ میں ایمان دُنیا سے غائب ہو کر ثریا ستارے پر بھی چلا گیا تو پھر بھی اِن اہل فارس لوگوں میں سے ایک شخص اسے دوبارہ زمین پر اُتار لائے گا"

اور ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ:-

سلمان منّا اھل البیت۔

(طبرانی کبیر و مستدرک حاکم بحوالہ جامع الصغیر)

"یعنی سلمان فارسی ہمیں میں سے یعنی ہمارے اہلبیت میں سے ہے"۔

اس حدیث میں یہ اشارہ تھا کہ آنے والے مسیح و مہدی نے اہل فارس میں سے ہونا تھا اور اس طرح ضمناً وہ دوسری پیشگوئی بھی پوری ہو گئی جو مہدی کے متعلق کی گئی تھی کہ وہ اہل بیت میں سے ہو گا۔

روحانی سورج کا روحانی چاند

بہر حال اِن قرآنی آیات اور اِن احادیث سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں روحانی خلفاء کا وجود ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔ اور ان سب خلفاء نے علیٰ قدرِ مراتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نور سے روشنی حاصل کر کے دُنیا کو اسی طرح منور کرنا تھا جس طرح کہ اس

مادی عالم میں خدا کا بنایا ہوا چاند اس کے سورج سے روشنی حاصل کر کے زمین کو منور کرتا ہے۔ اور پھر جس طرح کہ مختلف راتوں کے چاند مختلف طاقتوں کی روشنیاں لے کر طلوع کرتے ہیں اسی طرح روحانی عالم میں بھی ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کرنے والے اور آپؐ کے گرد گھومنے والے چاندوں کے لئے مختلف طاقت کی روشنیاں مقدر تھیں۔

اور ہمارا ایمان ہے کہ گو ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خلفاء اور سارے مجددؒ خدا کے فضل سے روحانی چاندوں کا حکم رکھتے ہیں اور ہم ان سب کو دلی عزت اور دلی عقیدت اور دلی محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر جس چاند نے چودھویں صدی میں طلوع کیا ہے وہی وہ بدرِ منیر ہے جس نے اپنے سورج کی صورت اختیار کر کے اس کی طرف سے ظلی نبوت کا خلعت پایا ہے۔ اور یہ وہ نقطہ ہے جہاں سے ہمارا اور ہمارے مخالفین کا اختلاف شروع ہوتا ہے۔

جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کے اختلاف کی حقیقت

اِس اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مخالف یعنی اِس زمانہ کے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج سے روشنی پا کر پہلی رات کا چاند بن سکتا ہے، دوسری رات کا چاند بن سکتا ہے، تیسری رات کا چاند بن سکتا ہے، حتیٰ کہ گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں رات کا چاند بھی بن سکتا ہے۔ مگر نہیں بن سکتا تو چودھویں رات کا چاند نہیں بن سکتا۔ کیونکہ چودھویں رات کا چاند اپنی گولائی کے دائرہ کو

تکمیل کر کے گویا سورج کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور ایسے چاند کے طلوع کرنے میں خدائی سورج کی ہتک ہے۔ افسوس صد افسوس کہ یہ کتنا باطل خیال ہے کہ روشنی کو تاریکی اور خوبی کو نقص اور عزت کو موجب ہتک خیال کیا جاتا ہے! خدا ہمارے اِن بھٹکے ہوئے دوستوں کی آنکھیں کھولے۔ کیا اِس مادی عالم میں چودھویں رات کا چاند سورج کی ہتک کا موجب ہوتا ہے کہ ہمارے یہ کرم فرما اصحاب روحانی عالم میں چاند کے طلوع کو سورج کی ہتک کا موجب قرار دے رہے ہیں؟ بھائیو سنو اور دیکھو کہ جب تک چاند سورج کے تابع ہے اور جب تک وہ سورج سے روشنی لے رہا ہے اور جب تک وہ سورج کے گرد گھوم رہا ہے اُس وقت تک اُس کا کمال خود سورج کا کمال ہے نہ کہ اس کی ذات کا کمال۔ کیوں کہ وہ ظِل ہے نہ کہ اصل، تابع ہے نہ کہ آزاد! اور پھر سوچو اور سمجھو کہ کیا سورج کا زیادہ کمال پہلی اور دوسری اور تیسری راتوں کے چاند پیدا کرنے میں ہے یا کہ چودھویں رات کا چاند پیدا کرنے میں جو اسی کا نور لے کر آتا اور اسی کی شکل میں ظاہر ہوتا اور اپنی تیز روشنی کے ساتھ سارے جہاں کو منور کر دیتا ہے؟

اختلاف کا مرکزی نقطہ

بہر حال یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کی گہرائیوں میں آج کل جماعت احمدیہ اور اس زمانہ کے دیگر عام مسلمانوں کا اختلاف مرکوز ہے۔ ہمارے مخالف مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی، نہ ظلی اور نہ مستقل، نہ تابع اور نہ آزاد۔

(گو ہمارے مخالفین اپنے ہی عقیدہ کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اُتار کر ان کی نبوت کی گدّی بہر حال قائم رکھنا چاہتے ہیں۔) اس کے مقابل پر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے اور آپ کے بعد کوئی تشریعی یا مستقل نبی ہرگز نہیں آسکتا اور یہ دروازہ قیامت تک بند ہے مگر آپؐ کے نور سے نور پا کر اور آپؐ کا ظل بن کر اور آپؐ کی شریعت کا خادم ہو کر ایک شخص اُسی طرح نبوت کے کمالات حاصل کر سکتا ہے جس طرح کہ چودھویں رات کا چاند سورج سے روشنی پا کر اور سورج کے تابع ہو کر اور گویا سورج کے ساتھ بندھا ہوا نکلتا ہے۔ ایسے چاند کے طلوع کو کوئی عقلمند انسان سورج کے لئے موجب ہتک نہیں سمجھ سکتا بلکہ یہ چاند سورج کے کمال کی علامت سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اسی کا ظل ہے نہ کہ اصل۔ تابع ہے نہ کہ آزاد۔

نبوّت کی تین اقسام

اِس تمہیدی نوٹ کے بعد میں اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں جو مسئلہ ختم نبوّت کی تشریح اور توضیح کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور تاریخ بھی اس کی شہادت دیتی ہے انبیاء تین قسم کے ہوتے ہیں۔ **اول** وہ نبی جو خدا کی طرف سے کوئی نئی شریعت لاتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کی شریعت لائے۔ یا جیسا کہ ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) قرآن مجید کی شریعت کیساتھ مبعوث ہوئے۔ ایسے انبیاء تشریعی نبی یا صاحب

شریعت نبی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ نبی جو کوئی نئی شریعت تو نہیں لاتے بلکہ کسی سابقہ شریعت کی خدمت کے لئے مبعوث ہوتے ہیں مگر ویسے اُن کی نبوّت مستقل نبوت ہوتی ہے جو انہیں کسی سابقہ نبی کی اتباع کی وجہ سے نہیں ملتی بلکہ خدا کی طرف سے براہ راست ملتی ہے۔ جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام مبعوث ہوئے یہ سب انبیاء جیساکہ قرآن مجید اور توراۃ اور انجیل سے ثابت ہے موسوی شریعت کے تابع تو ضرور تھے اور اسی کی خدمت کے لئے مبعوث ہوئے تھے مگر بایں ہمہ وہ مستقل نبی تھے کیوں کہ ان کی نبوّت کے حصول میں حضرت موسیٰؑ کی اتباع کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ انہوں نے یہ انعام براہ راست خدا کی طرف سے اپنی ذاتی حیثیت میں پایا تھا اور پھر وہ موسوی شریعت کی خدمت میں لگا دیئے گئے تھے۔ ایسے انبیاء باوجود صاحبِ شریعت نہ ہونے کے مستقل نبی کہلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے (اور یہ ایک خاص نکتہ ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے) کہ ایسے نبیوں کو اپنے سابقہ تشریعی نبی کے تابع ہونے کے باوجود اس کے ساتھ کوئی خاص خادمانہ عقیدت نہیں ہوتی جیساکہ مثلاً ہمیں حضرت مسیح ناصریؑ میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے ماتحت ہونے کے باوجود حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوئی خاص محبت اور عقیدت کا لگاؤ نظر نہیں آتا بلکہ ان کا معاملہ ایسا نظر آتا ہے جیسے کہ مثلاً ایک ضلع کے کسی مجسٹریٹ یا ای۔ اے۔ سی کو حسبِ ضرورت

کسی دوسرے ضلع میں تبدیل کرکے اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے ماتحت لگا دیا جائے۔

تیسری قسم کا نبی وہ ہوتا ہے جو نہ تو صاحبِ شریعت ہو اور نہ وہ کوئی مستقل حیثیت رکھتے ہوئے کسی سابقہ نبی کی پیروی کے بغیر براہ راست نبوت کا انعام پائے بلکہ اس کی نبوت اپنے متبوع نبی کی ظِل اور اسی کا عکس اور اسی کا حصہ ہو یعنی وہ اپنے متبوع نبی کی پیروی کے نتیجہ میں اسی سے فیض پاکر اور اسی کے نور سے روشنی لیکر نبوت کا انعام پائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی باغبان کو اس کے باغ کی حفاظت کے لئے باہر سے کوئی غیر باغبان لانے کی بجائے اس کا بیٹا ہی بطور نائب کے دیدیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جو عقیدت اور محبت اور درد اور اخلاص ایک بچے کو اپنے باپ اور اس کے لگائے ہوئے باغ کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ ایک غیر شخص کو جو گویا باہر سے لاکر بطور نائب مقرر کر دیا جاتا ہے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ہم جہاں مقدس بانی سلسلہ احمدیہ یعنی حضرت مسیح موعودؑ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر معمولی عقیدت اور والہانہ محبت اور اخلاص کا جذبہ دیکھتے ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی اسرائیلی نبیوں میں حضرت موسیٰؑ کے لئے نظر نہیں آتا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ جہاں اسرائیلی نبی گویا باہر سے لائے ہوئے باغبان تھے جو حضرت موسیٰؑ کے باغ کی نگرانی کے لئے مقرر کر دیئے گئے وہاں خدا کے فضل و رحمت سے سلسلہ احمدیہ کا بانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی شاگرد اور آپؐ ہی کا روحانی فرزند اور آپ ہی کا ظل تھا اسی لئے حضرت مسیح موعود یعنی بانی سلسلہ احمدیہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ وہ والہانہ عشق نظر آتا ہے جس کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی اور یقیناً ہر وہ شخص جو ایک طرف آپؐ کی کتب کا مطالعہ کرے گا اور اس کے مقابل پر انجیل میں حضرت موسیٰ کے متعلق حضرت عیسیٰؑ کے اقوال وغیرہ پڑھے گا اس پر ہمارے اس دعویٰ کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگی۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کس وارفتگی کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

نبوّت کی اقسام کا اصطلاحی نام

الغرض نبوّت تین قسم کی ہے، اور گو جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مختلف نبیوں میں بھی مدارج کا فرق ہوتا ہے۔ لیکن اصولاً تمام نبی ان تینوں قسموں کی نبوّت میں سے ہی کسی نہ کسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں:۔

(۱) اول تشریعی نبوّت یعنی ایسی نبوّت جس کے ساتھ کسی نئی شریعت کا نزول ہو جیسا کہ مثلاً حضرت موسیٰ یا ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تھی۔ ایسی نبوت بعض اوقات حقیقی نبوّت کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اور یہ نام اسے اس لئے دیا گیا ہے کہ نبوت کے ہر سلسلہ کا آغاز تشریعی نبوت سے ہی ہوتا ہے اور باقی دو قسم کی نبوت اس کے پیچھے آتی ہے۔ پس اگر غور کیا جائے تو دراصل تشریعی نبوّت ہی حقیقی نبوت کا نام پانے کی مستحق ہے۔

(۲) دوسرے غیر تشریعی مستقل نبوت یعنی ایسی نبوت جسکے ساتھ کوئی نئی شریعت تو نہیں ہوتی مگر ویسے وہ ایک مستقل نبوّت ہوتی ہے جو براہِ راست خدا کی طرف سے ملتی ہے اور اس میں کسی سابقہ نبی کی فیض رسانی کا دخل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مثلاً حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی نبوّت تھی جو موسوی شریعت کے خادم تو بے شک تھے مگر ان کی نبوت میں حضرت موسیٰؑ کی فیض رسانی کا کوئی دخل نہیں تھا بلکہ انہوں نے براہِ راست مستقل حیثیت میں نبوت کا انعام پایا تھا۔ یہ نبوت مستقل نبوت کے نام سے موسوم ہوتی ہے کیونکہ مستقل سے مراد ایسی چیز ہے جو کسی دوسری چیز کے سہارے کے بغیر خود اپنی ذات میں قائم ہو۔

(۳) تیسرے غیر تشریعی ظلی نبوّت جو کسی سابقہ نبی کی اتباع میں اور اُس سے نور پا کر اور اُس کے اندر فنا ہو کر ظلی صورت میں ملتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کی نبوت تھی جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں

حاصل کی۔ یہ نبوت ظلی نبوّت کہلاتی ہے اور ایسا نبی اگر ایک جہت سے نبی کہلاتا ہے تو دوسری جہت سے وہ اُمتی بھی ہوتا ہے۔

نبوّت کی اقسام کے متعلق ہمارا اور ہمارے مخالفین کا نظریہ

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ ہمارے مخالفین کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان تینوں قسم کی نبوّت کلی طور پر بند ہو چکی ہے اور آپؐ کے بعد کوئی شخص خواہ وہ کسی قسم کی نبوت کا حامل ہو قیامت تک نہیں آسکتا۔ یعنی اُمتِ محمدؐیہ کا کوئی فرد خواہ وہ کتنا ہی کامل ہو ظلی طور پر بھی کمالاتِ نبوت کا وارث نہیں بن سکتا۔ گویا ہمارے مہربان مخالف اپنے ہی عقیدہ کے خلاف یہ عقیدہ ضرور رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال قبل حضرت موسٰیؑ کی شریعت کی خدمت کے لئے مستقل نبوّت پا کر مبعوث ہوئے تھے) وہ کچھ عرصہ کے لئے اپنی سابقہ نبوّت کے ساتھ اُمتِ محمدؐیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس کے مقابل پر جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی دو قسموں کی نبوتوں کا دروازہ تو کلی طور پر بند ہو چکا ہے یعنی اب نہ تو کوئی صاحب شریعت نبی آسکتا ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آخری شریعت ہے اور نہ بغیر شریعت کے ہی کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جس نے مستقل حیثیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے آزاد رہ کر نبوّت پائی ہو کیوں کہ اس میں ہمارے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ تامہ کاملہ کی ہتک ہے کہ کوئی شخص آپؐ کے فیض سے باہر رہ کر نبوت کے کمالات کا وارث بنے۔ مگر تیسری قسم کا نبی جو ظلی اور اُمتی نبی کہلاتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اور آپؐ کے فیض سے فیض پاکر اور آپ کے نور سے منور ہو کر آپؐ کی غلامی میں نبوت کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ تامہ کاملہ کی ہتک نہیں بلکہ آپؐ کی نبوت کا کمال ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے درخشاں سورج نے اپنے نور کے زور سے اپنی ہی شکل پر اپنے گرد گھومنے والا ایک پورا چاند پیدا کر دیا۔ اور ہمارے عقیدہ کے مطابق اس قسم کی نبوت سے ختمِ نبوت کی مُہر بھی ہرگز نہیں ٹوٹتی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں کوئی رخنہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ مخدوم اور متبوع اور فیض دہندہ ہونے کے لحاظ سے اس صورت میں بھی دراصل آپؐ ہی آخری نبی رہتے ہیں جیسا کہ چاند کے نکلنے سے سورج کی حکومت ختم نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس کی حکومت کا اقتدار اور بھی زیادہ نمایاں ہو کر نظر آنے لگتا ہے۔ اسی نظریہ کے ماتحت ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ختمِ نبوت کے منافی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے براہ راست نبوت کا منصب پایا تھا لہذا ایسے شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح کے لئے مبعوث ہونا

جس کی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی مرہونِ منت نہیں صریحاً ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجبِ ہتک اور ختمِ نبوّت کی مُہر کو توڑنے والا ہے۔ فافهم وتدبر ولا تكن من الممترين.

ختم نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود کا حلفی اعلان

لیکن قبل اس کے کہ میں جماعت احمدیہ کے عقیدہ کی تائید میں دلائل بیان کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے اپنے الفاظ میں جماعت احمدیہ کا عقیدہ بیان کر دیا جائے تا دلیل سے پہلے دعویٰ کی حقیقت واضح ہو جائے اور ہمارے ناظرین خود مدعی کے منہ سے اس کا دعویٰ سن لیں تاکہ اس کے بعد کوئی فتنہ پرداز انسان ہماری طرف غلط باتیں منسوب کر کے خلقِ خدا کو دھوکہ نہ دے سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"مجھے خدا کی عزّت و جلال کی قسم ہے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کے فرشتوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔"

(ترجمہ از عربی عبارت حمامۃ البشریٰ صـ ۸)

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترا عظیم ہے ہم جس قوت اور یقین اور جس معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی یہ (الزام لگانے والے) لوگ نہیں مانتے"۔

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

حضرت مسیح موعود کی طرف سے ختم نبوّت کی تشریح

اس صلفی دعوے کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے تا قیامت ان معنوں میں کوئی نبی نہیں جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی پا سکتا ہو ...... اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرمایا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی وجہ سے اُن صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی تکمیل نفوس بذریعہ متابعت کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا اُن کو بخشا جاتا ہے جیسا کہ وہ جلشانہ فرماتا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورہ احزاب) یعنی محمد رسول اللہ صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ اور خاتم الانبیاء ہے

اب ظاہر ہے کہ لاکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے (استعمال ہوتا ہے) سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا ہے یعنی امر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی ہے وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لاکن کے لفظ کے ساتھ اس فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو مل سکتا ہے جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو اور اس طرح وہ (روحانی لحاظ سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور پر باپ ہونے کا اثبات کیا گیا ہے تا مخالفین کا وہ اعتراض جس کا ذکر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دور کیا جائے۔ ماحصل اس آیت کا ہوا کہ نبوت گو وہ بغیر شریعت کے ہو اس طرح پر ممتنع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ محمدی سے مکتسب اور مستفاض ہو۔"

ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و اہلحدیث ص ۶، ۷

پھر فرماتے ہیں:

خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مہر ہیں) آپ کی مہر کے بغیر کسی نبوت کی تصدیق

نہیں ہو سکتی۔ جب (کسی کاغذ پر) مُہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں۔

(الحکم، ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا اور آپ کو افاضۂ کمال کے لئے وہ مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی (حقیقۃ الوحی ص ۹۶ و ۹۷)

اب محمدی نبوت کے سوا سب نبوتیں بند ہیں | پھر اپنے دعوی کی مخصوص تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر میں کبھی یہ شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا

اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بناء پر میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔

(تجلیات الٰہیہ ص۲۴و۲۵)

اختلاف حل کرنے کے چار امکانی طریقے

ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ اور اس زمانہ کے دیگر عامۃ المسلمین کے عقیدہ کا اختلاف بیان کرنے کے بعد اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس اختلاف کے حل کی صورت کیا ہے اور ہم کس طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں جماعت احمدیہ کا نظریہ درست ہے یا کہ اس زمانہ کے دوسرے عام مسلمانوں کا؟ سو جاننا چاہیئے کہ ایک مسلمان کے لئے تمام دینی مسائل میں اختلاف کا حل امکانی طور پر صرف چار طریق پر ہی ہو سکتا ہے **اول قرآن مجید** کے ذریعہ جو حق و باطل کو پہچاننے کے لئے سب سے زیادہ پختہ اور سب سے زیادہ یقینی کسوٹی ہے۔ اور جس کے متعلق خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ (سورہ جاثیہ آیت ۷) یعنی خدا اور اس کی آیات کی گواہی کے مقابل پر لوگ کس حدیث کو قبول کریں گے؟

دوسرے درجہ پر حدیث ہے۔ حدیث گو اتنا پختہ اور ارفع مقام نہیں رکھتی جو کتاب اللہ کو حاصل ہے اور نہ ہی کسی حدیث کے متعلق یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ وہ ضرور من وعن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کلام ہے۔ مگر پھر بھی قرآن مجید سے

اتر کر اسلامی مسائل کو حل کرنے کے لئے حدیث ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے گو ہمیں لازماً اس میدان میں مختلف حدیثوں کے مدارج اور صحیح اور ضعیف کے فرق کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

تیسرے درجہ پر اسلام کے گذشتہ صلحاء اور مجددین اور ائمہ کا مقام ہے کیونکہ یہ مبارک طبقہ گو بشری غلطیوں سے پاک نہ ہو لیکن بہرحال وہ عامۃ المسلمین کی نسبت بہت زیادہ اعتماد کا درجہ رکھتا ہے اور چونکہ ان بزرگوں کے اقوال موجودہ اختلاف اور موجودہ بحث سے پہلے کے ہیں اسلئے وہ اس تعصب کے عنصر سے بھی پاک ہیں جو بدقسمتی سے حاضرالوقت مسلمانوں کے دلوں میں جماعت احمدیہ کے خلاف پایا جاتا ہے۔ اور ان کے علم اور تقوی کا مقام بھی یقیناً موجودہ زمانہ کے مولویوں سے بدرجہا بہتر اور بدرجہا ارفع تھا۔

چوتھے درجہ پر عقل انسانی ہے جو اپنی امکانی لغزشوں کے باوجود خدا کی طرف سے پیدا کیا ہوا اندرونی نور ہے جس کے ذریعہ دنیا کے اکثر کام سرانجام پاتے ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر درمیان میں کوئی ظلمت کا پردہ حائل نہ ہو تو کھوٹے کھرے کو پہچاننے کے لئے عقل ایک بہت مفید اور کارآمد آلہ ہے۔ سو اب یہ خاکسار خدا کی توفیق سے انہیں چار معیاروں کے مطابق ختم نبوت کے سوال پر نظر ڈالتا ہے تا ہمارے معزز ین اس معاملہ میں کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْم نعم المولیٰ ونعم الوکیل۔

قرآن مجید کی رو سے مسئلہ ختمِ نبوّت کا حل

قرآن کی مبارک کسوٹی جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے سب سے ارفع مقام قرآن مجید کا ہے اور اسی مبارک کسوٹی سے ہم اپنا اس مختصر بحث کی ابتدا کرتے ہیں۔ سو سب سے پہلے تو یہ بات جاننی چاہئے کہ قرآن مجید میں کوئی ایک آیت کا جزو بلکہ کوئی ایک لفظ تک ایسا نہیں ملتا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہونا ثابت ہوتا ہو۔ بلکہ ہر جگہ خدائی رحمتوں اور خدائی نعمتوں کے دریا بہتے نظر آتے ہیں اور قرآن مجید جا بجا اس قسم کی توضیحات اور اشارات سے پُر ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد خصوصیت کے ساتھ خدائی نعمتوں کا چشمہ زیادہ زور کے ساتھ بہنے لگ گیا ہے۔ لے دے کے منکرین اجرائے نبوت صرف آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ آیت تو خود زیرِ بحث ہے اور ایک زیرِ بحث امر میں ایک متنازعہ آیت پیش کرنا ہرگز کافی نہیں سمجھا جا سکتا اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کا یہ طریق ہے کہ جب وہ کوئی اہم صداقت بیان کرتا ہے تو صرف ایک آیت پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کی تائید میں مختلف مقامات پر مختلف رنگوں میں بہت سی آیات لا کر گویا دلائل اور براہین کا ایک گورج چڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ وہ خود فرماتا ہے کہ۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴۲)

"یعنی ہم قرآن میں ایک مضمون کو بار بار مختلف شکلوں اور مختلف صورتوں میں بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ سمجھ سکیں اور غلطی میں مبتلا نہ ہوں"

پس قرآن مجید کا اس اہم مضمون پر صرف ایک آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بیان کر کے بالکل خاموش ہو جانا اور کسی دوسری جگہ اُس مضمون کو نہ دُہرانا جو ہمارے مخالف خیال اصحاب اس آیت سے نکالنا چاہتے ہیں بلکہ جابجا اس کے خلاف بیان کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کو سارے دوسرے نبیوں سے زیادہ وسیع اور بالا اور ارفع رنگ میں پیش کرنا اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ آیت خاتم النبیین کے وہ معنی ہرگز درست نہیں جس کے دعویدار ہمارے بھٹکے ہوئے دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض اور برکات اور آپ کے بعد خدائی انعام کے ظہور کو محدود اور محصور کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید کی کوئی آیت نبوت کا دروازہ بند نہیں کرتی

بہر حال ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ آیت خاتم النبیین کے علاوہ (جو اس وقت خود زیر بحث ہے اور ہم ابھی ثابت کریں گے کہ اس آیت کے بھی وہ معنی ہرگز نہیں جو ہمارے مخالفین بیان کرتے ہیں) قرآن مجید میں کوئی آیت یا کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کے نبوت کا

دروازہ بند ہونا ثابت ہوتا ہو بلکہ اس کے خلاف جابجا بیان موجود ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائی نعمتوں اور رحمتوں اور برکتوں کے دروازے پہلے سے بھی بہت زیادہ وسیع صورت میں کھل گئے ہیں۔

باقی رہی آیت خاتم النبیین سو اسکے متعلق ہم انشاء اللہ ابھی ثابت کرینگے کہ اس سے بھی ہرگز وہ مطلب نہیں نکلتا جو ہمارے مخالفین سراسر سینہ زوری کیساتھ اسکی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں بلکہ یہ آیت بھی دوسری بیسیوں آیتوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر برکات اور عدیم المثال فیوض کا ایک وسیع دروازہ کھول رہی ہے جسے ہمارے مہربان دوست اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے دیکھنے اور شناخت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

پس قرآنی کسوٹی کے مطابق ہماری پہلی دلیل تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جو نبوت کا دروازہ بند کرتی ہو یا آیت خاتم النبیین کے ان معنوں کی موید ہو جو ہمارے مخالف بیان کرتے ہیں حالانکہ قرآنی اصول کے مطابق اگر آیت خاتم النبیین کے واقعی وہی معنی تھے جو اس زمانہ کے مولوی صاحبان اس کی طرف منسوب کرتے ہیں تو قرآن مجید کو چاہئے تھا کہ اپنی بہت سی دوسری آیتوں میں اس مضمون کو مختلف صورتوں میں دہرا کر اس پر دلائل اور شواہد کا ایک سورج چڑھا دیتا مگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ قرآن مجید پکار پکار کر گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے آقا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد خدا کی نعمتوں اور برکتوں کا دروازہ پہلے سے بھی بہت زیادہ وسیع ہوگیا ہے کاش برادران اسلام اس نکتہ کو سمجھیں۔

سورہ فاتحہ کی زبردست شہادت

اس کے بعد میں اُس قرآنی آیت کو لیتا ہوں جو قرآن مجید کی افضل ترین سورۃ میں بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید ہمیں اپنی سب سے پہلے سورۃ میں عظیم الشان دعا سکھاتا ہے کہ۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ (سورہ فاتحہ آیت ۶و۷)

یعنی اے ہمارے خدا جس نے ہماری طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو ہمیں سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے وہ راستہ جو تیری طرف سے انعام پانیوالوں کا رستہ ہے"۔

یہ آیت جو قرآن مجید کے بالکل شروع میں درج ہے اور جسے ہر باعمل مسلمان دن میں کم از کم تیس۳۰ دفعہ پڑھتا ہے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے لئے ایک عظیم الشان بشارت کی خبر دے رہی ہے اس آیت میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو یہ دعا سکھاتا ہے کہ تم مجھ سے وہ تمام انعام مانگو جو میں تم سے پہلی اُمتوں میں انعام پانے والے لوگوں پر کرتا رہا ہوں یہ ظاہر ہے کہ اس دعا میں صرف ہدایت طلب کرنا مقصود نہیں ہے کیوں اگر صرف یہی مقصد ہوتا تو اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کے الفاظ کہنا کافی تھے اور اسکے ساتھ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے الفاظ زیادہ کرنیکی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ ان الفاظ کا زیادہ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس جگہ صرف عام طلب ہدایت کی تعلیم دینا مقصود نہیں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ گذشتہ انعام پانیوالوں کے انعاموں کی طرف توجہ دلا کر مسلمانوں کے دلوں میں ان انعاموں کی طلب اور ان کے حصول کے لئے تڑپ کا جذبہ پیدا کیا جائے اور امت محمدیہ کے معیار کو بلند کرکے مسلمانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ جو انعام پہلی امتوں کو متفرق طور پر ملتے رہے ہیں وہ سبکے سب تمہارے لئے بصورت اتم جمع کر دئے گئے ہیں چنانچہ اس کی تشریح میں قرآن مجید دوسری جگہ فرماتا ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (سورۃ نساء آیت ۷۰)

"یعنی جو لوگ خدا اور اس رسول کی سچی سچی پیروی اختیار کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ شامل کئے جائیں گے جن پر ہم نے انعام کیا یعنی نبی اور **صدیق** اور **شہید** اور **صالح** اور یہ سب انعام پانے والی جماعتیں آپس میں بہت مبارک رفیق اور بہترین ساتھی ہیں"

انعام پانے والوں کے چار طبقات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ انعام پانے والے لوگوں کے مختلف طبقات بیان فرماتا ہے اور بتاتا ہے دین کے رستہ میں منعم علیہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں

اوّل نبی دوم صدّیق سوم شہید اور چہارم صالح

یعنی کوئی شخص اپنی استعداد اور اپنے محاسن کی بنا پر اور بمقتضائے ضرورت زمانہ **نبوت** کا انعام پالیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور امور غیبیہ سے بکثرت مشرف ہوکر مخلوق خدا کی طرف مبعوث ہوتا ہے اور کوئی شخص **صدیق** بن جاتا ہے جس کے عقائد اور اعمال گویا مجسم صداقت بن جاتے ہیں اور اس کے قول اور فعل میں کسی نوع کی مغائرت باقی نہیں رہتی۔ اور کوئی **شہید** کا درجہ پالیتا ہے جس کی زندگی اور موت دین کے رستہ میں گویا ایک مجسم شہادت بن جاتی ہے۔ اور کوئی **صالح** ہو جاتا ہے جس کے اعمال نیکی کا رستہ اختیار کر کے اس رستہ پر پختہ صورت میں قائم ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھو کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورۂ فاتحہ میں خود یہ دعا سکھائی ہے کہ اے مسلمانو! تم ان لوگوں کا رستہ تلاش کرو اور ان لوگوں کی برکتوں کے طالب بنو جنہوں نے تم سے پہلے خدا کے انعام پائے۔ بلکہ جہاں سابقہ امتوں نے یہ انعام متفرق صورت میں حاصل کئے وہاں تم ان سب انعاموں کو اپنے اندر جمع کرنے کی کوشش کرو۔

اور دوسری طرف خدا تعالیٰ نے خود یہ تشریح فرما دی کہ انعام پانیوالوں سے ہماری مراد نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ تو اب ان دو واضح آیتوں کو ملانے سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کیلئے جو خدا کے فضل سے سب امتوں میں سے افضل ترین امت ہے نبوت کے انعام کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ ورنہ یہ ہرگز ممکن نہیں تھا کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھاتا کہ اے خدا ہمیں انعام پانیوالے لوگوں میں شامل فرما۔ اور دوسری طرف خود تشریح فرماتا کہ انعام پانے والوں سے ہماری مراد نبی اور صدیق اور شہداء اور صالح ہیں" اور پھر باوجود اس کے اپنے حبیب کی امت پر ان برکات کے دروازے بند رکھتا!!

عزیزو اور دوستو غور کرو اور اپنے دل و دماغ کی کھڑکیوں کو کھول کر سوچو کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ یہ دعا سکھاتا ہے کہ ہمیں انعام پانیوالے لوگوں میں شامل کر اور دوسری طرف وہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ انعام پانے والوں سے نبی اور صدیق اور شہید وغیرہ مراد ہیں تو کیا ان دو قرآنی آیتوں کے مرکب مفہوم سے اسکے سوا کوئی اور بات ثابت ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے کہ اس امت کے لئے جو خدا کے فضل سے افضل ترین امت ہے جس طرح صدیق اور شہید اور صالح کا انعام کھلا ہے اسی طرح نبوت کا انعام بھی کھلا ہے؟ ورنہ ہمارے خدائے قدوس پر نعوذ اللہ یہ الزام آتا ہے کہ ایک طرف تو وہ ہمیں خود کہتا اور ترغیب دیتا ہے کہ مجھ سے یہ چیزیں مانگو اور دوسری طرف وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے کہ میں تو یہ چیزیں تمہیں ہرگز نہیں دونگا۔ افسوس صد افسوس کیا خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہی ایسی رہ گئی ہے کہ اس کے ساتھ یہ کھیل کھیلا جائے۔

اس امت پر انعام کے سارے رستے کھلے ہیں پھر لطف یہ ہے اور حقیقتہً یہ قرآن مجید کا ایک کمال ہے کہ اگر ان آیتوں کو مرکب صورت میں نہ بھی لیا جائے جیسا کہ ہم نے اوپر والے بیان میں لیا ہے تو پھر بھی علٰحدہ علٰحدہ صورت میں بھی یہ دونوں

آیتیں (یعنی سورہ فاتحہ کی آیتہ اور سورہ نسا کی آیت جو اوپر درج کیجا چکی ہیں) بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ امت محمدیہ میں نبوت کا دروازہ کھول رہی ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں سورہ فاتحہ کی آیت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ یعنی اے ہمارے خدا ہمیں سیدھے رستہ کی طرف ہدایت دے۔ وہ رستہ جو تیری طرف سے انعام پانے والوں کا رستہ ہے"

اب ظاہر ہے کہ اگر سورہ نسا، والی آیت جو ہم اوپر درج کر چکے ہیں نہ بھی ہو تو پھر بھی یہ سورہ فاتحہ والی آیت اپنی ذات میں ہی اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کے لئے ان تمام انعاموں کے دروازے کھلے ہیں جو سابقہ امتوں کو متفرق طور پر ملتے رہے ہیں کیونکہ جب خدا خود ایک دعا سکھاتا ہے اور اس دعا میں انعام کے ذکر کو مطلق رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ کوئی شرط یا حد بندی نہیں لگائی گئی تو لازماً اسکے یہی معنی ہیں کہ دعا مانگنے والوں کیلئے سب قسم کے انعاموں کے حصول کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے ورنہ ایسی دعا کا سکھانا بالکل بے سود بلکہ مضحکہ خیز بن جاتا ہے پس اگر سورہ نسا، والی آیت نہ بھی ہو جس میں انعام پانیوالوں کے طبقات بیان کئے گئے ہیں تو پھر بھی محض اس دعا کا سکھایا جانا ہی کہ ہمیں وہ انعامات عطا فرما جو تو نے پہلے لوگوں کو دیئے اس بات کا کافی وشافی ثبوت ہے کہ امت محمدیہ کے لئے تمام سابقہ امتوں والے انعاموں کا دروازہ کھلا ہے۔ وھو المراد

رسول پاک کے بعد تشریعی اور مستقل نبوت کا دروازہ کیوں بند ہے؟

اس جگہ اگر کسی شخص کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ سابقہ امتوں کے انعاموں میں تو تشریعی نبوت اور مستقل نبوت بھی شامل تھیں لیکن باوجود اسکے اب اس قسم کی نبوتوں کا دروازہ بند ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل سوال مطلق نبوت کا ہے نہ کہ اس قسم یا اس قسم کی نبوت کا اور مطلق نبوت کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ رہا تشریعی نبوت اور مستقل نبوت کا سوال سو ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ نبوت کی قسم کا سوال محض ایک انتظامی نوعیت کی چیز ہے جیسے انعام کے پہلو سے کوئی تعلق نہیں جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی مختلف قوموں کو ان کے حالات کے مطابق علیحدہ علیحدہ شریعت کی ضرورت تھی تو خدا نے مختلف نبیوں پر علیحدہ علیحدہ شریعتیں نازل فرمائیں لیکن جب دنیا کے حالات بدل گئے اور سرور کائنات حضرت خاتم النبیین صلعم کی بعثت کے ساتھ سارے زمانوں اور ساری قوموں کے لئے ایک آخری اور عالمگیر شریعت نازل ہوگئی تو اس کے بعد طبعاً نئی شریعت کا نزول بند ہوگیا اسی طرح چونکہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل و مکمل نبی تھے اور عظیم الشان قوت قدسیہ لیکر مبعوث ہوئے تھے جس کے فیض سے ایک شخص نبوت کا مقام حاصل کرسکتا تھا اسلئے آپ کے بعد مستقل نبوت یعنی براہ راست حاصل ہونے والی نبوت کا دروازہ بھی بند ہوگیا لیکن جہاں تک مطلق نبوت کا سوال ہے وہ آپ کے بعد ظلی نبوت کی صورت میں کھلی ہے اور ہرگز بند نہیں ہوئی پس اصل سوال مطلق نبوت کا ہے نہ کہ نبوت کی اس قسم یا اس قسم کا۔ ایک بالکل زائد امر ہے جو زمانے کی ضرورت اور حالات سے تعلق رکھتا ہے اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت والی نبوت اور مستقل نبوت کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ آپ کی شریعت کامل اور دائمی ہے جس کے بعد کسی نئی شریعت کی حاجت نہیں اور آپ ایک کامل اور انتہائی قوت قدسیہ رکھنے والے نبی ہیں جس کے بعد مستقل نبوت کا سوال نہیں الغرض اصل سوال مطلق نبوت کا ہے نہ کہ نبوت کی قسم کا اور مطلق نبوت اب بھی جاری ہے اور ہرگز بند نہیں ہوئی۔

مثال کے طور پر غور کرو کہ اگر بالفرض کسی ضلع میں کوئی سرکاری خزانہ نہ ہو تو ظاہر ہے کہ

وہاں کوئی ای اے۔سی افسر خزانہ کے طور پر مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس ضلع میں ای۔اے۔سی کا عہدہ ہی منسوخ ہو گیا ہے کیونکہ حسب ضرورت دوسری ڈیوٹیوں پر ای۔اے۔سی بدستور کام کرتے رہیں گے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے جو کسی عقلمند انسان کے رستہ میں روک نہیں ہونی چاہیئے۔

امت محمدیہ کس طرح قلت انبیا کے باوجود ساری امتوں سے افضل ہے

مگر اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر مطابق قرآنی آیت کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ امت محمدیہ ساری امتوں سے افضل ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہم بہت سے نبی آئے مگر امت محمدیہ میں ابھی تک صرف ایک ہی نبی مبعوث ہوا ہے؟ اگر نبوت واقعی ایک انعام ہے اور اگر امت محمدیہ واقعی افضل ہے تو اس امت میں ان سے بھی زیادہ نبی مبعوث ہونے چاہئیے تھے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ کی امت میں بظاہر بہت نبی آئے مگر یہ نبی حضرت موسیٰ کی پیروی اور فیض کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں براہ راست نبوت کے انعام سے نواز کر موسوی شریعت اور موسوی امت کی خدمت میں لگا دیا تھا اس لئے انکا آنا موسوی امت کی افضلیت کا نشان نہیں تھا لیکن اسکے مقابل پر جو نبی امت محمدیہ میں مبعوث ہوا ہے وہ خالصتہً آنحضرت صلعم سے فیض یافتہ اور آپ کا روحانی فرزند ہے اور اس نے جو کچھ پایا ہے آنحضرت صلعم کی شاگردی اور غلامی میں پایا ہے اسلئے اسکا آنا خواہ وہ ایک ہی ہے یقیناً امت محمدیہ کی افضلیت کی دلیل ہے چنانچہ اسی قسم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں سے بہت نبی گذرے ہیں

(اور امت محمدیہ میں اس وقت تک صرف ایک ہی نبی آیا ہے) پس ایسی حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں) جس قدر نبی گذرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا حضرت موسیٰ کی اتباع کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا لیکن اس امت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے تمام لوگ اکثر موسوی امت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کچھ نہیں پایا بلکہ وہ براہ راست نبی کئے گئے۔ مگر امت محمدیہ میں ہزارہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے ولی کئے گئے (اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

حضرت مسیح موعود کا یہ لطیف جواب کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ مگر میں اس جگہ اہل ذوق کیلئے ایک ضمنی بات ضرور کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جواب جو اوپر درج کیا گیا ہے ایک ایسی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے جس کا علم عقل یا تاریخ وغیرہ کے نتیجہ میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ یہ جواب وجدان اور عرفان کے دائرہ سے تعلق رکھتا ہے، پس اگر غور کیا جائے تو حضرت مسیح موعود کا یہ جواب ضمناً آپ کے اعلیٰ روحانی مقام کی بھی دلیل ہے کیونکہ اس قسم کے وجدانی جواب پر وہی شخص آگاہ ہو سکتا ہے جو خود صاحب حال ہو اور خدائے قدوس کا خاص قرب رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ دوسرے مقربین بارگاہ الٰہی کے مقام کو بھی جانتا اور سمجھتا ہو، ورنہ اس قسم کے وجدانی امور کی خبر دوسرے لوگوں کو نہیں ہو سکتی۔ ان باتوں کو یا تو خدا جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اور وہ لوگ جان سکتے ہیں جو دربار قدسی تک رسائی رکھتے ہیں کیونکہ اندر کی چیز باہر والے نہیں دیکھ سکتے اور نہ خدائی دربار کی باتیں دوسروں کو نظر آ سکتی ہیں سو الحمد للہ کہ خدا نے ہمیں وہ بلند مرتبہ امام عطا فرمایا جس نے اپنے مقدس آقا کی طفیل خدا سے وہ سارے انعامات پائے جو پہلے لوگوں نے براہ راست

پائے تھے اس نعمتِ الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کیا خوب فرماتے ہیں کہ

آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام
دل من بُرد و اُلفت خود داد — خود مرا شد بوحی خود اُستاد
من خدا را بدو شناختہ ام — دل بدیں آتشم گداختہ ام
ناصحاں را خبر ز عالم نیست — گذرے سوئے آں ز ظالم نیست

(نزول المسیح)

رسولِ پاک کے پیرو ساری برکتوں کے وارث ہیں

اس وقت تک میں نے یہ بتایا ہے کہ سورہ فاتحہ کی آیت علیحدہ اور منفرد صورت میں بھی اُمتِ محمدیہ کے لئے سارے ان انعاموں کا دروازہ کھول رہی ہے جو گذشتہ امتوں کو ملے تھے۔ اب میں سورہ نساء والی آیت کو علیحدہ صورت میں لیکر ثابت کرتا ہوں کہ وہ بھی اس دروازہ کو واضح طور پر کھول رہی ہے یہ آیت جیسا کہ وہ اوپر کی بحث میں بھی درج کی جا چکی ہے یہ ہے:۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

(سورہ نساء آیت ۷۰)

"یعنی جو لوگ اللہ اور اس رسول کی سچی پیروی اختیار کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہیں جن پر خدا نے انعام کیا یعنی نبی اور صدّیق اور شہید اور صالح۔ اور یہ لوگ

آپس میں ایک دوسرے کے بہت اچھے ساتھی اور رفیق ہیں"۔

اب دیکھو کہ یہ آیت علیحدہ صورت میں بھی کس وضاحت کے ساتھ اعلان کر رہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین کیلئے خدا کے سارے انعاموں کا رستہ کھلا ہے یعنی وہ حسب استعداد اور علیٰ قدرِ مراتب نبی بھی بن سکتے ہیں، صدیق بھی بن سکتے ہیں، شہید بھی بن سکتے ہیں اور صالح بھی بن سکتے ہیں۔ اور یہ وہ طبقات ہیں جن کی رفاقت ایک دوسرے کے لئے بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔ گویا اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اتنا بلند اور اتنا ارفع ہے کہ آپؐ کی پیروی انسان کو بڑے سے بڑے رُوحانی انعام کا وارث بنا سکتی ہے اور کوئی انعام ایسا نہیں جو آپؐ کے سچے متبع کی پہنچ سے باہر ہو۔ اسی مقام پر جب اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی نبیوں کا ذکر کرتا ہے تو وہاں نبوّت کے انعام کا ذکر ترک کر کے صرف صدّیقوں اور شہیدوں کے ذکر پر ہی اکتفا فرماتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ

(سورۃ حدید آیت ۲۰)

"یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر سچا سچا ایمان لاتے رہے ہیں وہ خدا کے نزدیک حسبِ استعداد صدیق اور شہید کا درجہ پاتے رہے ہیں"۔

اِن دو آیتوں (یعنی سورۂ نساء کی آیت اور سورۂ حدید کی آیت) کے الفاظ اور مفہوم میں جو نمایاں فرق پایا جاتا ہے وہ ہر عقلمند انسان کو اِس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ جہاں سابقہ نبیوں کے متبعین کیلئے صرف صدیق اور شہید بننے کا انعام کھُلا تھا اور وہ اپنے نبی متبوع کی پیروی کی بنا پر نبوّت کا انعام نہیں پا سکتے تھے وہاں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے آپؐ کی شاگردی میں علیٰ قدرِ مراتب صِدّیق اور شہید کے انعاموں کے علاوہ نبوّت کا انعام بھی کھلا ہے۔

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

مَعَ کے لفظ کی تشریح

اگر اِس جگہ کسی شخص کو یہ خیال گذرے کہ سورۂ نساء والی آیت میں مَعَ (یعنی ساتھ) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نبی نہیں بن سکتے بلکہ نبیوں کی معیت حاصل کر سکتے ہیں تو یہ ایک سخت کوتاہ نظری کا اعتراض ہوگا۔ کیونکہ اوّل تو اس آیت میں مع کا لفظ نبیوں کے ساتھ استعمال نہیں ہوُا بلکہ اَنعَمَ اللہُ عَلَیھِم کے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوُا ہے جن میں نبی اور صدیق اور شہید اور صالح سب شامل ہیں۔ پس اگر مع کے لفظ کی وجہ سے اِس آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور پیروی کی وجہ سے نبوّت کا انعام نہیں پا سکتا بلکہ صرف نبیوں کی ظاہری معیت حاصل کر سکتا ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ بات بھی لازماً قبول کرنی ہوگی کہ نعوذ باللہ کوئی مسلمان منعم علیہ گروہ میں شامل

ہی نہیں ہو سکتا اور نبی بننا تو الگ رہا صدیق اور شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتا اور ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات بالبداہت باطل ہے۔

علاوہ ازیں عربی زبان کے محاورہ کی رُو سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض اوقات مَعَ کا لفظ مِنْ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید فرماتا ہے کہ :۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (سورۂ آل عمران آیت ۱۹۴)

"یعنی اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش اور ہماری کمزوریوں کو دُور فرما اور ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ (یعنی نیک بندوں میں شامل کر کے) وفات دے"

اس آیت میں جو مع الابرار (یعنی نیک بندوں کے ساتھ) کا لفظ آتا ہے اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے یعنی جب کوئی نیک آدمی مرنے لگے تو اوس وقت ہماری جان بھی قبض کرے۔ بلکہ اِس جگہ مَعَ کے معنی یقیناً مِنْ کے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نیک بندوں میں شامل کر کے وفات دے اور ایسا نہ ہو کہ ہم گناہ کی حالت میں مریں۔ اسی طرح مثلاً ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید ایک جگہ تو مِنْ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (سورۂ اعراف آیت ۱۲) "یعنی ابلیس سجدہ کرنے والوں میں نہیں تھا"۔ اور دوسری جگہ اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مَعَ کا لفظ استعمال کر کے

فرماتا ہے اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ (سورۂ حجر آیت ۳۲) "یعنی ابلیس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا"۔ اور اس طرح گویا خود قرآن نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ بعض اوقات مَعَ کا لفظ مِنْ کے معنوں میں بھی استعمال ہو جایا کرتا ہے وھو المراد۔

الغرض مَعَ کے لفظ کا مِنْ کے معنوں میں استعمال ہونا عربی زبان میں اتنا عام ہے کہ کوئی معمولی علم رکھنے والا انسان بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا اور حق یہ ہے کہ اس قسم کا محاورہ ہر زبان میں ملتا ہے جیسا کہ مثلاً اردو میں بھی کہتے ہیں کہ "فلاں شخص مسلم لیگ کے ساتھ ہے" اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ لیگ سے الگ رہ کر صرف اس کی ظاہری اور جسمانی معیت اختیار کئے ہوئے ہے۔ بلکہ اس سے لازماً یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ایک فرد ہے اور لیگ والوں میں شامل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ کے مولوی صاحبان نے قرآن مجید میں تدبر کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے اور محض سطحی باتوں یا منقولی قصوں میں اُلجھ کر بیٹھ گئے ہیں۔ ورنہ اگر وہ ذرا غور سے کام لیتے تو ان کے لئے مَعَ کے لفظ پر اڑنے اور ٹھوکر کھانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

مَعَ کا لفظ اختیار کرنے میں حکمت

حق یہ ہے کہ مِنْ کو چھوڑ کر مَعَ کا لفظ اختیار کرنے میں ایک بڑی حکمت تھی اور وہ یہ کہ تا اس آیت میں مِنْ اور مع دونوں کا مرکب مفہوم پیدا کیا جائے یعنی غرض یہ تھی کہ اس جگہ مع کا لفظ ایک ہی وقت میں مَعَ اور مِنْ دونوں کے معنی دے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ

جیسا کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الارواح جنود مجندۃ یعنی "روحوں کے بھی مختلف گروپ ہوتے ہیں"۔ اور ایک قسم کی روحیں اسی قسم کی روحوں کی طرف جھکتیں اور ان کے ساتھ رابطہ اور اتحاد پیدا کرتی ہیں۔ پس اس جگہ مِنْ کا لفظ چھوڑ کر مَعَ کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ تا اس لطیف حقیقت کی طرف اشارہ کیا جائے کہ یہ انعام پانے والے لوگ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں میں شامل ہونے کے علاوہ اپنے اندر معیت کا مفہوم بھی پیدا کریں گے یعنی ہر طبقہ کے لوگوں کا آپس میں کامل اتحاد اور رابطہ اور اتصال ہوگا اور وہ گویا جنود مجندۃ کا نظارہ پیش کریں گے۔ چنانچہ اس غرض کے ماتحت آیت کے آخر میں حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا کے الفاظ رکھے گئے ہیں تا اس رُوحانی رفاقت اور رابطہ اور اتحاد کی طرف اشارہ کیا جائے جو ہر منعم علیہ جماعت میں لازماً موجود ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ اسی اصول کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں کہ:-

الانبیاء اخوۃ من علات امھاتھم شتیٰ ودینھم واحد۔ (مسلم باب فضائل عیسیٰؑ)

"یعنی تمام نبی آپس میں ایسے بھائی ہیں کہ اُن کی مائیں تو جُدا جدا ہیں مگر باپ ایک ہی ہے اور دین بھی ایک ہے"

پس آیت زیر غور میں بھی اِسی روحانی اتحاد کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مع کا لفظ لایا گیا ہے تا مِنْ اور مَعَ کا مرکب مفہوم پیدا کر کے آیت کے معنی میں وسعت پیدا کی جائے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ کے اکثر

مولوی صاحبان قرآنی معارف اور غوامض سے بالکل کورے ہیں اور سمندر میں غوطہ لگا کر اس کی گہرائیوں سے موتی نکالنے کی بجائے اس کی سطح کی جھاگ اور خس و خاشاک کو ہی جو خود ان کی اپنی پیدا کردہ ہے اپنے سینوں سے لگائے بیٹھے ہیں ورنہ انہیں نظر آتا ہے کہ قرآن مجید کا ہر لفظ اور ہر حرف اپنے اندر نہایت وسیع اور گہرے معانی رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب قرآن مجید ایک عام لفظ کو چھوڑ کر اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ اختیار کرتا ہے تو اس تبدیلی میں بھی ایک بھاری حکمت مخفی ہوتی ہے۔ وَلَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ وَیَبْغُوْنَہٗ عِوَجًا۔

اُمتِ محمدیہ میں رسولوں کی آمد کا صریح وعدہ

اس کے بعد میں ایک ایسی قرآنی آیت کو لیتا ہوں جس میں اُمتِ محمدیہ میں صریح طور پر رسولوں کی آمد کا وعدہ دیا گیا ہے قرآن شریف فرماتا ہے :۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(سورہ اعراف آیت ۳۶)

"یعنی اے بنی آدم اگر آئندہ تمہارے پاس تمہیں میں سے خدا کے رسول آئیں جو تم پر خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں تو تم ہرگز انکار نہ کرنا بلکہ ایمان لے آنا کیونکہ جو لوگ رسولوں کی آمد پر تقویٰ اختیار کرتے اور اپنی اصلاح کرتے ہیں وہ خوف اور حزن

سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام بنی آدم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اگر آیندہ کسی زمانہ میں تم ہی تمہیں میں سے (کیوں کہ اب غیروں میں رسول مبعوث ہونے کا دروازہ بند ہو چکا ہے) کوئی رسول مبعوث ہو تو انکار نہ کرنا بلکہ خدا کا تقویٰ اختیار کر کے اپنی اصلاح کی فکر کرنا کیوں کہ یہی تمہارے لئے خوف و حزن سے نجات پانیکا رستہ ہے۔ اب دیکھو کہ یہ اُمّت محمدیہ میں حسب ضرورت رسولوں کی آمد کا دروازہ کھول رہی ہے۔ کاش لوگ اِن حقائق پر غور کریں!

اور اگر اِس جگہ کسی شخص کو یہ شبہ ہو کہ یہ آیت گذشتہ قوموں کے متعلق ہے نہ کہ آیندہ زمانہ کے متعلق تو وہ خود قرآن شریف کھول کر اس آیت کے آگے پیچھے اچھی طرح نظر ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ کیا اس جگہ کسی گذشتہ قوم کے ذکر کا شائبہ تک بھی ہے؟ پھر اگر یہ ثابت ہو کہ یہ آیت آیندہ زمانہ کے لئے ہے نہ کہ کسی گذشتہ قوم کے لئے تو پھر ہر انصاف پسند انسان کا فرض ہے کہ وہ سوچے کہ کیا اس سے بڑھ کر اجراد نبوت کا کوئی ثبوت ہو گا کہ قرآن شریف خود یہ بانگِ بلند فرما رہا ہے کہ اے آدم کے بیٹو! ہوشیار ہو کر سُن لو کہ تم میں آگے چل کر بھی ہمارے رسول آسکتے ہیں مگر وہ بہر حال تمہیں میں سے ہوں گے تمہارے رسول کے تابع اور خوشہ چین رہیں گے۔ دوستو اور بھائیو! خدا کے لئے دیکھو اور سنو کہ دین کا معاملہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس میں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پس خدا را قرآن شریف کی اِس

آیت پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرو کہ کیا اس میں گذشتہ زمانہ کا ذکر ہے یا کہ آیندہ زمانہ کا؟ اور اگر آیندہ کا ذکر ہے تو کیا اس میں رسولوں کی آمد کا وعدہ نہیں دیا گیا؟ اور پھر اگر یہ بات ثابت ہو کہ اِس آیت میں آیندہ رسولوں کا وعدہ دیا گیا ہے تو حق وصداقت کی خاطر اسے قبول کرو کیونکہ قرآن سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں اور قرآن کے انکار سے بڑھ کر کوئی شقاوت نہیں۔

اِمّا کے لفظ کی تشریح

اور اگر کسی شخص کو یہ خیال گذرے کہ اِس آیت میں **اِمّا یعنی** "اگر" کا لفظ رکھا گیا ہے اور جو بات "اگر" کے لفظ سے کہی جائے وہ یقینی نہیں ہوا کرتی بلکہ اس میں شک کا پہلو ہوتا ہے تو یہ ایک جہالت کا شبہ ہوگا۔ کیونکہ اِس جگہ "اگر" کا لفظ نعوذ باللہ شک کے اظہار کے لئے نہیں رکھا گیا بلکہ اس حکمت کے ماتحت رکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک بہت سی نسلوں نے آنا تھا پس **اِمّا یعنی** "اگر" کا لفظ رکھ کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ آپ کے بعد ہر نسل کو آنے والے رسول کے لئے تیار رہنا چاہیئے کیونکہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس نسل میں آجائے۔ پس "اگر" کے لفظ میں شک کا اظہار مراد نہیں بلکہ ہر نسل کو ہوشیار کرنا مراد ہے۔ گویا کہ ہر نسل کو علیحدہ علیحدہ مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم میں آجائے یا اگر تم میں آجائے یا اگر تم میں آجائے۔ ورنہ اگر اِمّا کے لفظ سے شک کا اظہار مراد ہوتا ہے یا اگر منشاء یہ ہوتا کہ کسی رسول نے آنا والا تو

ہے نہیں لیکن بالفرض اگر کوئی آجائے تو تم مان لینا تو یہ نعوذ باللہ ایک لغو کلام بلکہ ایک کھیل بن جاتا ہے جو قرآن کی شان سے بالکل بعید ہے۔

اور اگر یہ اعتراض ہو کہ اس آیت میں تو رُسُل کا لفظ ہے جو جمع کی صورت میں استعمال ہوا ہے مگر اُمّتِ محمدیہ میں اس وقت تک صرف ایک ہی رسول آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے ہمارے حیلہ باز بھائیو ابھی دُنیا کی عمر ختم نہیں ہوئی تمہیں کیا معلوم ہے کہ شاید آگے چل کر کوئی اور اُمّتی نبی بھی آجائے. علاوہ ازیں یہ بھی ایک عام قاعدہ ہے اور ہر زبان میں پایا جاتا ہے کہ جہاں کوئی بات بطور اصول کے بیان کرنی ہو تو وہاں بعض اوقات واحد کا صیغہ چھوڑ کر جمع کا صیغہ استعمال کر لیتے ہیں خواہ مراد ایک ہی ہو۔ اور پھر یہ خاص نکتہ بھی ضرور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود میں مختلف رسولوں کے بروزوں کا اجتماع ہوا ہے جیسا کہ آپؑ کے دعاوی کے تفصیلی مطالعہ سے ظاہر ہے لہٰذا آپؑ کی بعثت میں دراصل بہت سے رسولوں کی بعثت جمع ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآنی آیت وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ (یعنی مختلف رسول ایک ہی وقت میں اکٹھے کئے جائیں گے) میں اشارہ کیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے اس مختصر مضمون میں ان تصریحات کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

آیت خاتم النبیین کا بلند نظریہ اب میں اس معرکۃ الآراء

آیت کی طرف آتا ہوں جو گویا ختم نبوّت کی بحث کا مرکزی نقطہ ہے اور در اصل یہی وہ آیت ہے جس کی غلط تشریح کی بناء پر ہمارے مخالفین نبوّت کے دروازہ کو بند قرار دیتے ہیں۔ مگر جیسا کہ ابھی ظاہر ہو جائے گا یہ آیت نبوت کا دروازہ بند کرنے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بلند مقام پیش کر رہی ہے جسے گویا نبی تراش کہنا چاہیئے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (سورۂ احزاب آیت ۴۱)

"یعنی اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد (یعنی نرینہ اولاد) کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیّین ہیں"

آیت خاتم النبیّین کا شانِ نزول

لیکن اس آیت کی تشریح پیش کرنے سے قبل اس کی شانِ نزول کا ذکر کرنا ضروری ہے تا یہ معلوم ہو کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کس بناء پر اور کس تاریخی پس منظر کے پیش نظر خاتم النبیّین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہی تشریف رکھتے تھے کہ قضاءِ الٰہی سے آپؐ کی ساری نرینہ اولاد جو حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی فوت ہو گئی۔ اس پر بد باطن کفارِ مکہ نے آپؐ پر یہ طعن کیا کہ نعوذ باللہ آپؐ بے ثمر اور ابتر ہیں اور یہ کہ آپؐ کی وفات کے ساتھ آپؐ کا سارا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیات

نازل فرمائیں کہ :-

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (سورۂ کوثر)

"یعنی اے محمدؐ! ہم نے تجھے عظیم الشان نعمتیں عطا کی ہیں پس تُو اِن انعاموں کی شکرگذاری میں خوب عبادت بجالا اور خدا کے رستہ میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر کیوں کہ دُعاؤں اور قربانیوں کے نتیجہ میں تو اور ترقی کرے گا اور یقیناً تیرا دشمن جو تجھے ابتر کہتا ہے وہ خود ابتر اور بے ثمر رہے گا۔"

اس کے بعد جب مدینہ کی ہجرت ہو چکی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی حکم کے ماتحت اعلان فرمایا کہ مَیں نے جو اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کو اپنا مُنہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا وہ اب اسلامی احکام کے ماتحت جائز نہیں رہا اب آئندہ میرے ساتھ زید کا کوئی جسمانی رشتہ نہ سمجھا جائے (سورۂ احزاب آیت ۵ تا ۷) تو اس اعلان سے بدبخت کفار نے ناجائز فائدہ اٹھا کر پھر اپنے سابقہ طعن کو دُہرایا کہ لڑکے تو پہلے ہی مر چکے تھے اب متبنّٰی کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور گویا خاکش بدہن ابتریت مکمل ہو گئی۔ اس پر خاتم النبیّین والی آیت نازل ہوئی اور اس کے ذریعہ اعلان کیا گیا کہ بے شک خدائی مصلحت کے ماتحت محمد رسول اللہؐ کی نرینہ اولاد کوئی نہیں لیکن وہ خدا کا رسول ہے اور اس لحاظ سے وہ کثیر التعداد روحانی اولاد کا باپ ہے بلکہ عام رسولوں سے بھی بڑھ کر وہ خاتم النبیّین بھی ہے اور اس کے پروں کے نیچے نبی اور رسول پرورش پانے والے ہیں۔ پس وہ ہرگز ابتر اور بے ثمر نہیں بلکہ عظیم الشان

روحانی سلسلہ کا بانی اور اولین و آخرین کا مدار ہے۔

آیت خاتم النبیین کے دو امکانی معنی

یہ وہ پس منظر ہے جس میں آیت خاتم النبیین کا نزول ہوا اور اس سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں خاتم النبیین کا لفظ گویا اس بلند آیت کی چوٹیوں میں سے بلند ترین چوٹی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ اسی لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (رفع شان کے اظہار کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ خدائی نعمتوں کے دروازہ کو بند کرنے والا قرار دیا جاتا ہے اور اس سے یہ غلط استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی نہر ہمیشہ کے لئے خشک ہو گئی ہے اور آپؐ کے بعد کوئی شخص خواہ وہ آپؐ کا شاگرد اور متبع اور خادم ہی ہو نبی نہیں بن سکتا۔ لیکن جیسا کہ ہم انشاء اللہ ابھی ثابت کریں گے یہ تشریح ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ نہ صرف عربی زبان کے قواعد کے مطابق بلکہ اس آیت کے الفاظ اور اس آیت کی شانِ نزول کے پیشِ نظر بھی اس آیت کے صرف دو ہی معنی بنتے ہیں اور وہ دو معنی یہ ہیں کہ:

(۱) اے لوگو! محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد یعنی نرینہ اولاد کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہونے کے لحاظ سے مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ بلکہ وہ نبیوں کی مُہر ہیں اور اس لحاظ سے گویا نبیوں کے لئے بھی بمنزلہ باپ کے ہیں اور آئندہ کوئی نبی آپؐ کی تصدیقی مُہر کے بغیر سچا نہیں سمجھا جا سکتا۔

یا

(۲) اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ... کے باپ نہیں

لیکن وہ رسول ہونے کے لحاظ سے مومنوں کے باپ ہیں اور رسول بھی اس شان کے کہ ان پر تمام کمالاتِ نبوّت ختم ہیں یعنی وہ افضل ترین نبی ہیں ۔

لٰکِنْ کے لفظ کی تشریح

گو عربی محاورہ کے لحاظ سے یہ دونو معنی درست ہیں لیکن اوّل الذکر معنی یقیناً زیادہ صحیح اور آیت کے الفاظ اور شانِ نزول کے لحاظ سے زیادہ درست ہیں لیکن خواہ ان دو امکانی معنوں میں سے کوئی معنی لئے جائیں ۔ بہر حال موجودہ زمانہ کے غیر احمدی علماء کا استدلال درست ثابت نہیں ہوتا اور اس آیت سے یہ بات کسی طرح مستنبط نہیں ہو سکتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہے ۔

دراصل اندرونی شہادت کے لحاظ سے اس آیت کی کنجی دو لفظوں میں ہے ۔ ان میں سے ایک لٰکِنْ کا لفظ ہے اور دوسرا خاتَم کا لفظ ہے ۔ اور ان دو لفظوں کی صحیح تشریح کے بغیر آیت کے اصل معنی سمجھ میں نہیں آ سکتے ۔ لٰکِنْ کا لفظ عربی قواعد کے مطابق وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی جملہ یا فقرہ کے بعد اس کے مقابل کا مفہوم بیان کرنا مقصود ہو یا جہاں پہلے جملے سے کوئی شبہ پیدا ہوتا ہو اور لٰکِنْ کے ذریعہ دوسرا جملہ بیان کر کے اس شبہ کا ازالہ کیا جائے ۔ مثلاً اگر کسی جملہ میں کوئی منفی مضمون بیان کیا گیا ہو تو لٰکِنْ کے بعد اس کے مقابل کا مثبت مضمون بیان کرتے ہیں اور اگر کسی فقرہ میں کوئی مثبت مضمون مذکور ہو تو لٰکِنْ کے بعد اس کے مقابل کا منفی مضمون لاتے ہیں ۔ اور چونکہ لٰکِنْ کا لفظ اردو زبان میں بھی تقریباً

عربی والے مفہوم میں ہی استعمال ہوتا ہے اس لئے اس جگہ اس کی تشریح کے لئے اُردو کی مثالیں بیان کرنا کافی ہیں مثلاً اردو میں کہتے ہیں کہ "حمید بدن کا کمزور تو ہے لیکن بہادر ہے"۔ اب اس جملہ میں بدن کے کمزور ہونے کے مقابل پر لیکن کا لفظ استعمال کر کے بہادر کا لفظ رکھا گیا ہے اور اس طرح جو شبہ بدن کے کمزور ہونے کے تصور سے پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید حمید بہادر نہ ہوا ہے لیکن کے لفظ کے بعد بہادر کا لفظ استعمال کر کے دُور کیا گیا ہے۔ اسی طرح مثلاً کہتے ہیں کہ "سب لوگ اٹھ گئے لیکن سعید نہیں اُٹھا"۔ اب اس جگہ سب لوگوں کے اٹھ جانے سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی شخص بھی بیٹھا نہ رہا ہو تو اس شبہ کو لیکن کے استعمال کے بعد دوسرا جملہ بول کر دُور کیا گیا اور بتایا گیا کہ گو باقی سب لوگ اٹھ گئے ہیں لیکن سعید نہیں اٹھا اور ابھی تک بیٹھا ہوا ہے۔ الغرض لیکن کا لفظ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی امکانی شبہ کا تدارک کرنا مقصود ہو یا کسی بات کے بعد اس کے مقابل کی بات بیان کرنی مدنظر ہو۔ اِس قسم کے استعمال کو عربی محاورہ میں استدراک کہتے ہیں اور لغت کی ہر کتاب میں لکھا ہے کہ 'لٰکِنْ' کا لفظ استدراک کے لئے آتا ہے۔

اب اچھی طرح غور کر کے سمجھ لو کہ اگر خاتم النبیّٖن کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا کئے جائیں جیسا کہ ہمارے مخالفین کرتے ہیں تو پھر اس آیت میں 'لٰکِنْ' کا لفظ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے اور یہ آیت نعوذ باللہ ایک مہمل کلام بن جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں آیت کے معنی یہ بنتے ہیں کہ:۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔

اب غور کرو کہ خدائے علیم و حکیم تو الگ رہا کیا کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی اس قسم کا مہمل کلام کر سکتا ہے جس میں لیکن کے لفظ سے پہلے کا جملہ اور لیکن کے بعد کا جملہ ایک ہی مفہوم کے حامل ہوں اور سابقہ شبہ کو دور کرنے کی بجائے اُسے اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا جائے۔ یہ تو اس قسم کا فقرہ بن جاتا ہے کہ "سارے لوگ اٹھ گئے لیکن سعید بھی اٹھ گیا۔" کیا کوئی سمجھ دار انسان ایسا بے معنی کلام کر سکتا ہے؟ کیا قرآن مجید جیسی فصیح و بلیغ کتاب اس قسم کے مہمل جملہ کی حامل ہو سکتی ہے؟ خدارا غور کرو اور انصاف سے کام لیکر بتاؤ کہ کیا لکن کا لفظ ان معنوں کو برداشت کرتا ہے۔ جو ہمارے مخالف بیان کرتے ہیں؟ اس کے مقابل پر جو معنی اس آیت کے ہم کرتے ہیں اس میں لکن کا لفظ پوری طرح مطابقت کھاتا ہے اور کوئی پیچیدگی نہیں رہتی کیونکہ ہمارے معنی یہ ہیں کہ :-

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ تو نہیں ہیں لیکن وہ مومنوں کے رُوحانی باپ ہیں بلکہ نبیوں تک کے روحانی باپ ہیں۔

ان معنوں کے لحاظ سے لکن کا لفظ اس آیت کے مفہوم میں اس طرح ٹھیک بیٹھتا ہے جس طرح کہ ایک اعلیٰ درجہ کی انگوٹھی میں اس کے صحیح ناپ کا نگینہ بیٹھا کرتا ہے اور کوئی رخنہ باقی نہیں رہتا۔

خاتَم کے لفظ کی تشریح

اِس آیت میں دوسرا خاص لفظ خاتَم کا ہے۔ یہ لفظ گو عام قرأت میں ت کی زبر سے درج ہے اور پاکستان کا ہر قرآنی نسخہ خواہ وہ احمدیوں کے ہاتھ میں ہے یا غیر احمدیوں کے ہاتھ میں اس لفظ کو ت کی زبر سے ہی ظاہر کرتا ہے مگر یہ درست ہے کہ ایک شاذ قرآت میں ت کی زیر بھی آئی ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ خواہ کوئی سی صورت لے لی جائے اِس آیت سے نبوت کا بند ہونا بہر حال کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ لغت کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے ت کی زبر سے خاتَم کے معنیٰ مُہر کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب تاج العروس میں لکھا ہے الخاتم مایوضع علی الطینۃ۔ یعنی خاتم کے معنیٰ اس مُہر کے ہوتے ہیں جو لاکھ یا مٹی یا کاغذ وغیرہ پر لگائی جاتی ہے۔ جیسا کہ مثلاً حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کو تبلیغی خطوط بھجواتے ہوئے اُن خطوط پر اپنی تصدیقی مُہر ثبت کی تھی اس لحاظ سے آیت کے یہ معنیٰ بنتے ہیں کہ :۔

> "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے جسمانی باپ تو نہیں لیکن وہ رسول ہونے کے لحاظ سے مومنوں کے رُوحانی باپ ہیں بلکہ نبیوں کی بھی مُہر ہیں اور آئندہ وہی شخص سچا نبی سمجھا جا سکتا ہے جسے آپ کی مُہر اور تصدیق حاصل ہو۔"

اب دیکھو کہ یہ معنی کتنے صاف اور کتنے واضح ہیں جسے ایک بچہ بھی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ اور پھر دیکھو کہ اِن معنوں کے لحاظ سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بلند شان ثابت ہوتی ہے کہ آپؐ صرف عام رسول ہی نہیں بلکہ آپؐ کی مُہر نبی تراش ہے اور آپؐ کی کامل پیروی اور رُوحانی توجہ سے ایک شخص نبوّت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اور اس طرح آپؐ گویا نبیوں کے بھی روحانی باپ ہیں۔ الغرض اگر اس آیت میں ایک طرف آپؐ کی جسمانی اولاد کی نفی کی گئی ہے تو دوسری طرف لٰکِن کا لفظ استعمال کرکے آپؐ کی روحانی اولاد کا اثبات کر دیا گیا ہے۔ اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپؐ کے ہاتھ میں نبی گری کی مُہر دے کر آپؐ کو نبیوں کا بھی رُوحانی باپ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مجاز کے طور پر خاتم کے معنی انگوٹھی کے بھی ہوتے ہیں۔ (تاج العروس) اور چونکہ انگوٹھی زینت کا موجب ہوتی ہے اس لئے اس لحاظ سے خاتم النبیّین کے معنی ایسے وجود کے ہوں گے جو گویا جملہ انبیاء کے لئے موجب زینت ہے اور یہ معنی بھی اپنی جگہ بہت لطیف ہیں۔

خاتِم کے لفظ کی دوسری قرات

اب رہی لفظ خاتِم کی دوسری قرائت جو شاذ کے طور پر ت کی زیر سے بیان ہوئی ہے سو اگر غور کیا جائے تو اس کی رُو سے بھی ہرگز نبوت کا ختم ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں لفظ خاتِم النبیّین کے صاف اور سیدھے معنی یہ بنتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت کے کمالات ختم ہیں یعنی آپؐ افضل ترین نبی ہیں نہ یہ کہ آپؐ نعوذ باللہ نبوّت کا انعام ہی ختم کرنے والے اور ایک بہتی ہوئی نہر کو بند کرنے والے ہیں۔ چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب

اقرب الموارد میں لکھا ہے کہ ختم اللہ لہ الخیر اتمّہٗ" یعنی جب یہ کہا جائے کہ خدا تعالٰی نے فلاں شخص کے لئے خوبیوں کو "ختم" کر دیا تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اُنہیں کمال تک پہنچا دیا"۔ پھر اس بات کو تو سکول کے بچے بھی جانتے ہیں کہ جب مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں شخص پر مصوّری کا ہنر ختم ہے" تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ اُس نے مصوری کے ہنر میں انتہائی کمال پیدا کیا ہے نہ یہ کہ اس کے بعد کوئی مصوّر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے محاورے ہر زبان میں کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

بہر حال خاتم کی ت کی زیر سے بھی آیت کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں جس میں کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آتی۔ چنانچہ انہی معنوں کے لحاظ سے حضرت مولانا رومیؒ (وفات ۶۷۲ہجری) اپنی مثنوی فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجُود
مثل او نے بُود نے خواہند بُود

(مثنوی رومی دفتر ششم صفحہ ۶)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیّین اس بنا پر رکھا گیا ہے کہ نہ آپؐ سے پہلے کوئی نبی فیض رسانی اور کمالات میں آپؐ کا ہم مرتبہ ہوا ہے اور نہ آپؐ کے بعد ہو سکتا ہے۔"

آیت خاتم النبیین کے متعلق بحث کا خلاصہ!

خلاصہ کلام یہ کہ خواہ خاتم کا لفظ ت کی زبر سے سمجھا جائے جیسا کہ پاکستان اور ہندوستان

اور دوسرے ممالک کے کروڑوں نسخوں میں ت کی زبر سے ہی لکھا جاتا ہے اور خواہ اسے ت کی زیر سے سمجھا جائے جیسا کہ بعض تفسیر کی کتابوں میں شاذ کے طور پر بیان ہوا ہے ہر دو صورت میں اس آیت سے نبوت کا بند ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ ت کی زبر سے خاتَم کے معنی نبیوں کی مہر کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیقی مہر کے بغیر نبی نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہی شخص نبی بن سکتا ہے جو آپؐ سے فیض یافتہ اور آپ کا شاگرد اور خادم ہو۔ اور ت کی زیر سے خاتِم کے معنی کمالات نبوت میں انتہائی کمال پیدا کرنے والے کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ افضل ترین نبی ہیں اور آپ کے مقام کی بلندی کو کوئی دوسرا شخص نہیں پہنچ سکتا۔ اس واضح تشریح کے مقابل پر ہمارے مخالفین کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس سوال کا جواب خود ان کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے جو وہ اس آیت کا کرتے ہیں یعنی :۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور ایسے نبی ہیں جس کے بعد نبوت کا انعام بند ہو گیا ہے"

کیا ان ادنیٰ اور پست معنوں کو اُن اعلیٰ اور ارفع معنوں سے کوئی دُور کی بھی نسبت ہے جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں؟ ضد کا معاملہ جدا گانہ ہے مگر ہر انصاف پسند انسان کا دل بولے گا اور اُس کے وجدان کی تاریں اُس کے دل کے دامن کو کھینچ کھینچ کر پکاریں گی کہ

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اِنہی معنوں میں ہے جو ہم نے لکھے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

"کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا ایں جا است"

الغرض خاتم النبیین کی آیت نے بھی جو گو یا ہمارے مخالفین کے نظریہ کا بنیادی پتھر سمجھا جاتا ہے ہمارے حق میں ڈگری دی کیوں کہ اِس آیت سے بھی نبوت کا دروازہ بند ہونے کی بجائے یہی ثابت ہوا کہ ہمارے آقا (فداہ نفسی) صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بلند مقام ہے کہ آپؐ کے شاگرد اور خادم بھی آپؐ کی قوّت قدسیہ کے طفیل اور آپؐ کی مُہر تصدیق کے ساتھ نبوّت کے کمالات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ آپؐ خدا کے فضل سے افضل ترین نبی ہیں اور افضل ترین وجود کے نزول کے بعد تمام دوسرے وجود اس کے نیچے آجاتے ہیں۔ اور پھر یہ اس لئے ہے کہ آپؐ نعوذ باللہ ابتر نہیں بلکہ الکوثر کے مالک ہیں اور روحانی فیوض کا ہر چشمہ آپ کے مبارک وجود میں سے پھوٹتا ہے اور اوّلین و آخرین کی گردنیں آپؐ کے سامنے جھکتی ہیں۔ اِسی لئے آپ فرماتے ہیں کہ انا سیّد ولد آدم ولا فخر۔ یعنی مَیں کل نسلِ آدم کا سردار ہوں مگر مجھے اِس پر فخر نہیں کیوں کہ یہ سب میرے خدا کا فضل ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں:۔

لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتّباعی

(الیواقیت والجواہر مرتبہ امام شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۰)

"یعنی اگر اِس وقت موسیٰ اور عیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو

انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا "

اللہ اللہ یہ کس شان کا نبی ہے اور اس کا قدم کس بلندی پر ہے کہ نہ صرف گذشتہ رسول بلکہ اس زمانہ کا مثیلِ مسیحؑ بھی جس کے ہاتھ پر اسلام کے دوسرے دور کا غلبہ مقدر ہے اس کے خادموں کے زمرہ میں کھڑے ہیں اور اس کی مقدس مُہر اگلوں اور پچھلوں دونوں کی تصدیق کا کام دے رہی ہے!

اللھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ وبارک وسلم۔

حدیث کی رُو سے مسئلہ ختمِ نبوت کا حل

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق قرآن مجید کی رُو سے مختصر مگر خدا کے فضل سے جامع تبصرہ پیش کرنے کے بعد اب میں حدیث کی طرف آتا ہوں۔ جیسا کہ اس رسالہ کے شروع میں بتایا جا چکا ہے کوئی حدیث خواہ بظاہر کتنے ہی اعلیٰ مقام پر فائز ہو قرآن مجید کے مقابل پر اس کا مقام بہرحال ظنی ہے۔ لیکن چونکہ مجھے اپنے مخالف خیال اصحاب کی تسلی کرانی مقصود ہے اور اس مختصر سے رسالہ میں مفصل بحث کی گنجائش بھی نہیں اس لئے میں اس جگہ مختلف حدیثوں کے متعلق صحیح اور ضعیف کی بحث میں نہیں جاؤں گا بلکہ دلیل کی خاطر ان سب حدیثوں کو جو اس جگہ بیان کی جائیں گی صحیح فرض کر کے ان کی

مناسب تشریح پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

سب سے پہلے میں اُن مثبت قسم کی حدیثوں کو لیتا ہوں جن کی رُو سے ہمارے خیالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظلّی نبوّت کا رستہ کھُلا ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی جن سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ گو ہمارے آقا (فداہ نفسی) کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی کوئی غیر تشریعی مستقل نبی آسکتا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آزاد ہوکر براہِ راست نبوّت کا انعام پایا ہو۔ لیکن اُمتی نبی جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے فیض پایا اور آپؐ کے نُور سے نور حاصل کیا ہو ضرور آسکتا ہے۔ اور ہم جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی قسم کا ظلّی اور امتی نبی یقین کرتے ہیں جس نے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور پیروی میں نبوّت کا انعام پایا۔ بہرحال اس جگہ پہلے مثبت قسم کی حدیثوں کی بحث پیش کی جاتی ہے اور اس کے بعد انشاء اللہ اسی اصول پر ان منفی قسم کی حدیثوں کی تشریح پیش کی جائے گی جن سے ہمارے حق الیقین بزعمِ خود یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

اگر ابراہیم ابن رسول زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا

اس تمہیدی نوٹ کے بعد جو حدیث میں موجودہ بحث کے تعلق میں سب سے پہلے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ

صاحبزادہ ابراہیم سے تعلق رکھتی ہے۔ ابراہیم جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے ۸ہجری میں پیدا ہوئے تھے (طبری و زرقانی و تاریخ خمیس) اور چونکہ نبوت کے زمانہ میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا لڑکا تھا اور اس سے پہلے جو لڑکے حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے وہ سب کے سب فوت ہو چکے تھے اس لئے آپ کو صاحبزادہ ابراہیم کے ساتھ بہت محبت تھی۔ مگر قضائے الٰہی سے یہ بچہ بھی سترہ اٹھارہ ماہ کے بعد فوت ہو گیا۔ طبعاً اس کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن آپؐ نے اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا کہ اِنّا بِفراقک یا ابراھیم لمحزونون" یعنی اے ابراہیم ہم تیری جدائی کی وجہ سے بہت مغموم ہیں!

اِس کے ساتھ ہی آپؐ نے یہ بھی فرمایا:-

لو عاش ابراھیم لکان صدّیقاً نبیّاً۔"

(ابن ماجہ کتاب الجنائز)

"یعنی اگر میرا یہ بچہ ابراہیم زندہ رہتا تو وہ ضرور صدیق نبی بن جاتا"

صِدّیقاً نبیّاً کی مرکب اصطلاح میں لطیف حکمت

اِس حدیث میں جو صِدّیق نبی کی مرکب اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس میں صاحبزادہ ابراہیم کے درجہ کی بلندی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ

اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ اپنے اندر صدیقیت اور نبوّت دونوں کی برکات اور دونوں کے اوصاف جمع کرتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے جہاں حضرت ادریس علیہ السّلام کے لئے صدّیقاً نبیاً کی مرکب اصطلاح استعمال کی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ صرف حضرت ادریسؑ ہی ایک ایسے نبی ہیں جن کے متعلق یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے) وہاں ساتھ ہی قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (سورۂ مریم آیت ۵۸) "یعنی ہم نے ادریس کو ایک بلند مرتبہ والا نبی بنایا تھا" پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس حدیث میں یہ اشارہ تھا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ بھی بڑی بلند شان کو پہنچتا کیونکہ اس میں فطری طور پر بہت اعلیٰ قویٰ ودیعت کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ صِدّیقاً نبیاً کے مرکب الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جس طرح ایک صِدّیق اپنے درجہ کے لحاظ سے نبی سے نیچے ہوتا ہے اسی طرح اگر ابراہیم نبی بنتا تو وہ بھی اپنے علوِ مرتبت کے باوجود میری شریعت کے تابع اور میرا خوشہ چین ہی رہتا یعنی بالفاظِ دیگر ظلّی اور امتی نبی بنتا نہ کہ صاحب شریعت یا مستقل نبی۔

الغرض اِس لطیف حدیث میں جو صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں درج ہے ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت صاف اور صریح الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ اگر میرا بچہ ابراہیم زندہ رہتا تو وہ ضرور نبوت کے مقام کو پہنچ جاتا۔ اِس واضح ارشاد

کے بعد ہمارے مخالفین کے لئے صرف دو ہی رستے کھلے ہیں۔ (۱) یا تو وہ یہ کہیں کہ نعوذ باللہ خدا نے ابراہیم کو اس لئے وفات دیدی کہ وہ کہیں بڑا ہو کر نبی نہ بن جائے۔ مگر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک بالکل لغو اور بیہودہ بات ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے نعوذ باللہ ابراہیم کو بھول کر دُنیا میں بھجد یا تھا لیکن جب اسے یہ بات یاد آئی کہ میں نے تو اپنے رسول کو خاتم النبیین قرار دے چکا ہوں تو اس نے فوراً حضرت ابراہیم کو وفات دے کر یہ قصہ ختم کر دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی غیر معقول تشریح اِس حدیث کی ہو سکتی ہے؟ (۲) دوسرا رستہ یہ ہے کہ ہمارے مخالف خدا کا خوف کھا کر اور اپنی ضد چھوڑ کر اس بات کو قبول کریں کہ آیت خاتم النبیین کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نبی آ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ آیت صرف تشریعی اور مستقل نبوّت کو رد کرتی ہے غیر تشریعی ظلّی نبوت کو ہرگز نہیں رد کرتی۔

صاحبزادہ ابراہیم آیت خاتم النبیّین کے نزول کے کئی سال بعد پیدا ہوئے تھے

اِس حدیث کے تعلق میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ آیت خاتم النبیین ۵ سنہ ہجری میں نازل ہوئی تھی (ابن ہشام طبری و تاریخ خمیس) مگر صاحبزادہ ابراہیم کی وفات اس کے چار پانچ سال بعد ۹ سنہ یا ۱۰ سنہ ہجری میں ہوئی (طبری و زرقانی)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لو عاش لکان صِدّیقًا نبیًا" (یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا) کے الفاظ فرمائے تو خاتم النبیّین والی آیت اس سے پانچ سال پہلے نازل ہو چکی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ خدا کی طرف سے ختم نبوّت کا ارشاد آچکا ہے مگر باوجود اس کے آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے کہ" اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا" یہ اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ آپؐ کے علم میں خاتم النبیین والی آیت حضرت ابراہیم کے نبی بننے کے رستہ میں ہرگز روک نہیں تھی۔

اب دیکھو کہ یہ ایک کیسی صاف اور واضح حدیث ہے جو ختم نبوت کے باوجود اُمّتِ محمدیہ میں نبوت کا دروازہ کھول رہی ہے۔ کاش ہمارے مسلمان بھائی اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں! دوستو خدا کے لئے سوچو اور غور کرو کہ آیت خاتم النبیّین اُتر چکی ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوّت کے تاج سے مزین کیا جا چکا ہے مگر پھر بھی جب اس کے کئی سال بعد آپؐ کا بچہ ابراہیم فوت ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر میرا یہ لڑکا ابراہیم زندہ رہتا تو وہ ضرور نبی بنجاتا"۔

اس حدیث کے متعلق حضرت مُلّا علی قاریؒ کی لطیف تشریح

اس سے کیا نتیجہ نکلا؟ اس کے جواب میں اگر آپ لوگ ہماری نہیں سُنتے تو فرقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام حضرت مُلّا علی بن محمد سلطان القاری

(وفات ۱۰۱۴ھ ہجری) کی سُنیں جو فرماتے ہیں کہ :-

لو عاش ابراھیم وصار نبیاً لکان من اتباعہ ...... فلا یناقض قولہ تعالیٰ خاتم النبیّین اذ المعنیٰ انّہ لا یأتی نبیٌّ بعدہ ینسخ ملّتہ ولم یکن من اُمّتہ (موضوعاتِ کبیر صفحہ ۶۶ و ۶۷)

"یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی بن جاتا تو پھر بھی اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں ہی رہنا تھا تو اِس صورت میں اس کے نبی سے آیت خاتم النبیین کے مفہوم میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔"

کسی نبی کے "نہ آنے" اور "نہ آسکنے" میں باریک فرق

اس موقع پر بعض جلد باز لوگ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مُلّا علی قاری نے یہ جواب صرف امکانی رنگ میں دیا ہے ورنہ ان کا ذاتی عقیدہ یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس اعتراض کے متعلق اصولی رنگ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو حضرت مُلا علی قاری کی طرف سے ایسے صریح اور واضح اظہار کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ اُن کا ذاتی عقیدہ کچھ اور تھا۔ ایک ایسا بعید القیاس دعویٰ ہے جسے کسی قطعی دلیل کے بغیر ہرگز قبول نہیں کیا

جا سکتا ۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جو حوالہ حضرت مُلّا علی قاری کا اوپر درج کیا گیا ہے اس کے شروع میں خود حضرت مُلّا صاحب نے اپنے ہاتھ سے ایسے الفاظ بڑھا دیئے ہیں جن سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اُن کا ذاتی عقیدہ بھی یہی تھا جو اوپر لکھا گیا ہے نہ کہ اس کے خلاف چنانچہ ان کے پورے الفاظ یہ ہیں :-

قُلْتُ و مع ھٰذا لو عاش ابراھیم وصار نبیاً لکان من اتباعہ .... فلا یناقض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین الخ (موضوعات صفحہ ۶۷)

" یعنی میں کہتا ہوں " (میں کہتا ہوں " کے الفاظ ملاحظہ ہوں) کہ باوجود اُن مختلف اقوال کے جو اس مسئلہ کے متعلق کہے گئے ہیں اگر ابراہیم نبی بن جاتا تو اُس نے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں ہی رہنا تھا ۔ پس اس صورت میں بھی ابراہیم کا نبی بن جانا خدائی ارشاد خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا ۔ "

اب کیا " میں کہتا ہوں " کے الفاظ کی موجودگی میں کوئی شخص حضرت مُلّا صاحب کے ذاتی عقیدہ کے متعلق شبہ کر سکتا ہے ؟

لیکن اگر بالفرض یہی صورت ہو کہ حضرت مُلّا علی قاری نے یہ خیال محض امکانی رنگ میں بیان کیا ہو تو پھر بھی ہماری مندرجہ بالا دلیل بہر حال قائم رہتی ہے کیونکہ اس جگہ سوال یہ نہیں کہ عملاً کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کے متعلق حضرت مُلّا صاحب موصوف کا ذاتی خیال کیا تھا بلکہ سوال یہ ہے کہ

وہ حدیث لو عاش ابراھیم لکان صِدّیقاً نبیاً کے معنی کیا سمجھتے تھے اور یہ کہ آیت خاتم النبیین کی موجودگی میں اُن کا عقیدہ کسی غیر تشریعی اُمتی نبی کے آسکنے یا نہ آسکنے کے متعلق کیا تھا؟ گویا اِس جگہ کسی نبی کے "آنے یا نہ آنے" کا سوال نہیں بلکہ "آسکنے یا نہ آسکنے" کا سوال ہے۔ اور اس کے متعلق حضرت مُلّا علی قاری کا یہ حوالہ جو اوپر درج کیا گیا ہے ایسا صریح اور ایسا واضح ہے کہ اس میں قطعاً کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ انہوں نے صاف فرما دیا ہے کہ اگر حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدّیقاً نبیاً کے مطابق حضرت ابراہیم نبی بن جاتے تو پھر بھی ان کا نبی بننا ہرگز آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیوں کہ حضرت مُلّا صاحبؒ کے نزدیک اِس آیت کے صرف یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی صاحب شریعت یا غیر اُمتی نبی نہیں آسکتا نہ یہ کہ کوئی غیر تشریعی اُمتی نبی بھی نہیں آسکتا۔ پس اگر بالفرض (اور میں یہ بات صرف فرض کے طور پر کہہ رہا ہوں) حضرت مُلّا علی قاری کا ذاتی خیال یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" تو پھر بھی ہمارے استدلال میں ہرگز کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً کے ماتحت حضرت مُلّا صاحب صاف اقرار فرما رہے ہیں کہ باوجود آیت خاتم النبیین کے اُمّتِ محمدیہ میں غیر تشریعی اُمتی نبی "آسکتا" ہے اور ظاہر ہے کہ اِس جگہ ہماری بحث امکانِ نبوّت میں ہے نہ کہ وقوعِ نبوّت میں۔ جو ایک بالکل جداگانہ

موضوع ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے ناظرین اِس باریک فرق کو جو میں نے اِس جگہ بیان کیا ہے غور کیساتھ سمجھ کر اِس شبہ سے بچنے کی کوشش کریں گے جو اِس موقع پر بعض کم فہم اصحاب یا دھوکا دینے والے بے اصول لوگ پیدا کیا کرتے ہیں۔ اور یہی اصولی تشریح بعض دوسرے بزرگانِ دین کے اقوال کے متعلق بھی مدنظر رکھنی چاہیئے جن کے متعلق بعض خودغرض اصحاب شبہ پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ اِس اُمت کے افضل ترین انسان ہیں سوائے اسکے کہ آئندہ کوئی نبی پیدا ہو جائے

دوسری حدیث جو میں اِس جگہ پیش کرنا چاہتا ہوں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور قول پر مشتمل ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

"ابوبکر افضل هذه الامة الا ان یکون نبیٌّ"

(دیلمی بحوالہ کنوز الحقائق مرتبہ امام مناوی طبع مصر صفحہ ۲)

"یعنی ابوبکر میری اُمت میں سب سے افضل درجہ رکھتا ہے سوائے اس کے کہ آئندہ کوئی نبی پیدا ہو جائے"

اور ایک دوسری حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں :۔

"ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبیٌّ"

(طبرانی کبیر و کامل ابن عدی بحوالہ جامع الصغیر مرتبہ امام سیوطی طبع مصر صفحہ ۵)

"یعنی ابوبکر اِس امت کا بہترین انسان ہے سوائے اس کے کہ

بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے"۔

یہ دو حدیثیں جو ایک ہی مفہوم کی حامل ہیں اور حدیث کی تین مختلف کتابوں سے لی گئی ہیں کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اِن میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور کیسے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میری اُمت میں ابوبکرؓ کا درجہ سب سے بلند ہے ہاں اگر بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے تو اور بات ہو گی۔ کیوں کہ ایک نبی کا درجہ بہرحال ایک غیر نبی سے افضل ہوتا ہے۔ یہ حدیثیں اپنے الفاظ اور اپنے مفہوم میں اتنی صریح اور اتنی واضح ہیں کہ ان کے متعلق کسی شُبہ کی گنجایش نہیں ہو سکتی۔ اور پھر یہ حدیثیں ہماری بنائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں سال سے دُنیائے اسلام میں شائع اور متعارف چلی آتی ہیں۔ اور اِن حدیثوں کو نقل کرنے والے بھی مسلمانوں کے دو بڑے پائے کے بزرگ یعنی امام مناوی اور امام سیوطی ہیں۔ اور پھر جو ذکر ہم نے اس جگہ اِن حدیثوں کا کیا ہے وہ بھی عربی قواعد کے مطابق بالکل درست اور صحیح ہے جسے ہر عربی دان شخص خود آسانی کے ساتھ چیک کر سکتا ہے۔ بیشک اگر ان حدیثوں میں نبی کا لفظ نبیًّا کی صورت میں منصوب ہوتا تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ :-

"ابوبکرؓ میری اُمت میں افضل ترین انسان ہے سوائے اس کے کہ وہ بعد میں خود نبی بن جائے"۔

مگر اس صورت میں یہ عبارت ایک بالکل مہمل اور بے معنی کلام بن جاتی ہے کیوں کہ ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں حضرت ابوبکرؓ

نے ہی افضل رہنا تھا اور اس طرح اس حدیث اِلّاَ (یعنی سوائے اسکے کہ) کے لفظ کا استعمال بالکل غیر ضروری بلکہ غلط قرار پاتا ہے۔ بہر حال جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اور ہر شخص اصل کتابیں دیکھکر خود تسلی کر سکتا ہے۔ اس حدیث میں نبی کا لفظ مرفوع صورت میں استعمال ہوا ہے نہ کہ منصوب صورت میں اور حدیث کا صحیح ترجمہ یہی ہے کہ۔

" ابوبکر میری امت کا افضل ترین انسان ہے سوائے اس کے کہ آئیندہ کوئی نبی پیدا ہو جائے۔"

اب دیکھو کہ یہ حدیث کتنی واضح اور کتنی صاف ہے مگر جو قوم دیکھنے کے لئے تیار نہ ہو اُسے کس طرح دکھایا جائے" اور جو انسان سُننے کے لئے تیار نہ ہو اُسے کس طرح سنایا جائے اور جو شخص سمجھنے کے لئے تیار نہ ہو اُسے کس طرح سمجھایا جائے؟ قرآن کس افسوس کے ساتھ کہتا ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخری زمانہ میں پھر دوبارہ منہاجِ نبوّت کا دَور مقدّر تھا

اب میں ایک ایسی حدیث پیش کرتا ہوں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مختلف دَوروں کا ذکر فرمایا ہے اور وضاحت فرمائی ہے کہ جس طرح اسلام کا آغاز نبوّت سے ہوا اور اس کے بعد نبوت کے منہاج پر خلافت قائم ہوئی اسی طرح ایک لمبے زمانہ کے بعد جو درمیانی عرصہ میں گذرے گا آخری ایام میں پھر دوبارہ نبوّت ہی کے

منہاج پر خلافت قائم ہو گی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تکونُ النبوۃُ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثمّ یرفعھا اللہ تعالیٰ ثمّ تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ماشاء اللہ ان تکون ثمّ یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً عاضاً فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ۔ ثم تکون ملکاً جبریۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثمّ یرفعھا اللہ تعالیٰ ثمّ تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ثم سکت۔

(مسند احمدؒ جلد ٥ صفحہ ۴۰۴)

"یعنی اے مسلمانو تم میں یہ نبوّت کا دَور اُس وقت تک قائم رہے گا۔ جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے۔ اور پھر یہ دور ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد خلافت کا دور آئے گا۔ جو نبوّت کے طریق پر قائم ہو گی (اور گویا اس کا تتمہ ہو گی) اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت بھی اُٹھ جائے گی۔ اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دور آئے گا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ دور بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا جو خواہ ظلم کے طریق سے اجتناب کرے مگر وہ جمہوریت کے اصول کے خلاف ہو گی۔ اور پھر اس رنگ کی حکومت اُٹھ جائے گی۔ اسکے بعد

پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح نبوّت کے طریق پر قائم ہوگی۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔"

اسلام کی لہردار تاریخ کا خلاصہ

یہ لطیف حدیث اسلام کی لہردار تاریخ کا ایک دلچسپ اور مکمل خلاصہ پیش کر رہی ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت سے ہر دَور کا علیحدہ علیحدہ نقشہ کھینچنے کے لئے ایسے نادر الفاظ چُنے ہیں جنہوں نے حقیقتہً دریا کو کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نبوت کا دور ہے جو گویا اس سارے نظام کا مرکزی نقطہ ہے اس کے بعد خلافت کا دَور آئے گا مگر خلافت سے مُراد عام خلافت نہیں جس میں کہ بعض اوقات سینہ زوری سے جابر حکمرانوں کا نام بھی خلیفہ رکھ دیا جاتا ہے بلکہ خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ" مراد ہے یعنی وہ خلافت جو ایک سچے نبی کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے خدا کی طرف سے قائم کی جاتی ہے اور گویا نبوت کا تتمہ ہوتی ہے (جیسا کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت قائم ہوئی) اس کے بعد آپؐ نے ملکاً عاضاً کا دَور بیان فرمایا ہے جو گویا کاٹنے والا اور ظلم ڈھانے والا دور تھا۔ یہ وہ دَور تھا جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کے کئی دوسرے مقدس افراد ظلم کا نشانہ ہوگئے اور اسی دَور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

عالی مرتبہ نواسہ حضرت عبد اللہ بن زبیر بھی شہید کئے گئے اور یہی وہ دَور تھا جس میں حجاج بن یوسف کی خون آشام تلوار نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو تہ تیغ کرکے رکھ دیا۔ پس لاریب یہ دَور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں ملکاً عاضاً کا پورا پورا نمونہ تھا جس میں گویا ظالموں کے خونی دانت پاکبازوں کا گوشت کاٹنے اور بوٹی بوٹی کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

اس کے بعد حدیث زیر نظر میں ملکاً جبریۃً کا دَور بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ایسی بادشاہت جس میں خواہ سابق دور کی طرح انتہائی ظلم وستم کا رنگ نہ ہو مگر وہ اسلام کے جمہوری نظام پر قائم نہیں ہوگی بلکہ جبری اور استبدادی رنگ کی حکومت ہوگی جس میں حاکم لوگ پبلک کی صحیح نمائندگی کے بغیر محض ورثہ کی بناء پر یا طاقت کے زور سے حکمران بن جایا کریں گے۔ چنانچہ اسلام میں یہ جبری دَورِ حکومت صدیوں تک چلا اور خواہ اس میں یزید بن معاویہ اور حجاج بن یوسف کے سے ظلم نہیں ہوئے مگر بہر حال وہ ایک جبری اور استبدادی رنگ کا دَور تھا جس میں صحیح اسلامی نظام مفقود ہو چکا تھا۔

نبوت اور خلافت کا دَورِ ثانی

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دَور قائم ہو جائے گا یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے کسی بندۂ درگاہ کو ظلی اور بروزی نبوت کے خلعت سے نواز کر اس کے ذریعہ پھر صحیح خلافتِ اسلامی کا سلسلہ شروع کر دے گا۔ اب دیکھو کہ یہ لطیف حدیث اپنی دوسری کثیر التعداد لطافتوں کے ساتھ کیسے صریح اور واضح اور غیر مشکوک الفاظ میں یہ اعلان کر رہی ہے کہ

جس طرح اسلام کا آغاز خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ (یعنی نبوت کے طریق پر خلافت) سے ہوا اسی طرح آخری زمانہ میں دوبارہ اسی رنگ کی خلافت قائم ہوگی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ایک ظلّی نبی مبعوث ہوگا اور اس کے قدموں پر دوبارہ خلافت کا دَور دورہ شروع ہو جائے گا۔ اور راوی بیان کرتا ہے کہ "ثم سکت" یعنی اِس قدر بیان فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے"۔ اس خاموشی میں یہ اشارہ کرنا مقصود تھا کہ اِس دوسری خلافت کے ساتھ اسلام کی تاریخ کا پہلا دَور ختم ہو کر ایک نیا دور شروع ہو جائے گا۔ اور یہ نیا دور وہی ہے جو اَب خدا کے فضل سے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ میں جہاں یہ حدیث نقل کی گئی ہے وہاں اس کے بین السطور یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:۔

الظاهر انّ المراد بہ زمن عیسیٰ والمهدی۔

(مشکوٰۃ طبع اصح المطابع کراچی صفحہ ۴۶۱)

"یعنی یہ بات ظاہر ہے کہ خلافت کے اس دوسرے دَور سے مسیح اور مہدی کا زمانہ مراد ہے"

یہ اُن لوگوں کی شہادت ہے جن کی اولاد (خدا اسے ہدایت دے) اس وقت گویا ہمیں ملیا میٹ کرنے کے درپے ہے۔ والفضل ما شهدت بہ الاعداءُ۔

حضرت عمر بن عبد العزیز ہرگز اس خلافت کے مصداق نہیں ہو سکتے

اِس جگہ اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ بعض لوگوں نے اِس حدیث میں خلافت کے

دوسرے دور کو حضرت عمر بن عبد العزیز اموی پر چسپاں کیا ہے تو یہ شبہ ایک نادانی کا شبہ ہوگا۔ کیوں کہ اول تو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے الفاظ ایک باقاعدہ نظام اور باقاعدہ دَور کے متقاضی ہیں حالانکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت صرف دو سوا دو سال رہ کر ختم ہو گئی تھی (طبری و تاریخ کامل ابن اثیر) تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر سی انفرادی خلافت کو ایک دَور اور نظام کے طور پر پیش فرمانا تھا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر ہر تاریخ دان یہ بھی جانتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت ملکاً عاضاً اور ملکاً جبریۃ (یعنی کاٹنے والی حکومت اور جبری حکومت) کے دَوروں کے درمیان اور ان کے اندر گھری ہوئی واقع تھی نہ کہ اُن کے بعد۔ کیوں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد بھی جبری حکومت کا دور چلتا رہا۔ لیکن زیرِ نظر حدیث صریح طور پر خلافت کے دوسرے دَور کو جبری حکومت کے دَور کے بعد بیان کر رہی ہے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خلافت کے اِس دَور سے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت مراد نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں ثُمَّ سکت (یعنی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے) کے الفاظ بھی قطعی طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہاں اس دورِ خلافت کا ذکر ہے جس کے بعد اسلام کی تاریخ نے گویا ایک پلٹا کھانا تھا اور ایک نئے انقلابی زمانہ کی بنیاد رکھی جانی تھی۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے ہرگز کسی نئے زمانہ کی بنیاد قائم نہیں ہوئی۔ پس جس طرح بھی دیکھا جائے اس حدیث کو بنو امیہ کے خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز پر چسپاں کرنا ایک سینہ زوری اور زبردستی کے فعل سے زیادہ

نہیں۔ اور جس نے بھی ایسا سمجھا ہے اُس نے ایک خطرناک اجتہادی غلطی کھائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اِس حدیث میں جو ہم نے اوپر درج کی ہے صریح طور پر آخری زمانہ میں مسلمانوں کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا وعدہ دیا گیا ہے اور یہ خلافت اِس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی ظلّی اور اُمتی نبی پیدا ہو کر خلافتِ حقہ کی بنیاد قائم کرے۔ وھو المراد۔

اِس حدیث میں نبوت کے ذکر کو کیوں مخفی رکھا گیا؟

بعض لوگ جو زیادہ تدبر کا مادّہ نہیں رکھتے لیکن اعتراض کی طرف جلدی قدم اٹھاتے کے عادی ہوتے ہیں اس حدیث کے متعلق یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آخری زمانہ کے متعلق صرف خلافت کا ذکر ہے نبوّت کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے نبوّت کے متعلق استدلال کرنا دُرست نہیں۔ مگر یہ اعتراض بھی بالکل بودا اور کمزور ہے کیونکہ ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جب حدیث میں خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یعنی نبوت کے طریق پر خلافت" یا بالفاظ دیگر" نبوّت" کے بعد آنے والی خلافت" تو لازماً اس قسم کی خلافت کے ذکر میں نبوّت کا ذکر خود بخود آجاتا ہے اور علیحدہ ذکر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ جب نبوّت ہی نہ ہوگی تو خلافت جو نبوت کا تتمہ ہے کس طرح قائم ہو جائے گی؟ علاوہ ازیں ہمارے مخالفین نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا حالانکہ موجودہ بحث میں یہ ایک بنیادی امر ہے کہ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعود کو ہرگز کسی علیحدہ نبوت کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ صرف ایسی ظلّی نبوّت کا

دعویٰ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا حصہ اور اسی کا عکس ہے۔ اس صورت میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ نبوت کے علیحدہ ذکر کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ دراصل یہ اسی قسم کی صورت ہے جو قرآن مجید نے سورۂ جمعہ میں اختیار کی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا .... وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ جمعہ آیت ۳،۴)

"یعنی خدا نے عربوں میں اپنا ایک رسول بھیجا ہے ...... اور وہ ایک بعد میں آنے والی قوم میں بھی جو ابھی کے ساتھ کی ہے اس رسول کو (اس کے ایک ظل اور بروز کے ذریعہ) دوبارہ ظاہر فرمائے گا۔"

اب دیکھو کہ اس آیت میں کس طرح صرف صحابہ کرام کی شابہت کے ذکر پر اکتفا کر کے ایک بروزِ محمدی کے ظہور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حدیث زیرِ نظر میں اسلام کے آخری دَور کے بیان میں نبوت کے ذکر کو لفظاً ترک کر کے صرف خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اشارہ پر اکتفا کیا گیا ہے تا آیت آخرین منھم کی طرح لوگوں کی توجہ اس لطیف حقیقت کی طرف مبذول کرائی جائے کہ آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا نبی کوئی علیحدہ نبی نہیں ہوگا بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خادم اور آپ ہی کا شاگرد اور آپؐ ہی کا ظل ہوگا۔ کیونکہ خاتم النبیینؐ کے ظہور کے بعد دنیائے دین میں کسی غیر کے لیے گنجائش باقی نہیں رہی۔

بلکہ اب صرف ہاں سچ مچ صرف محمد رسول اللہ ہی کا دَور دَورہ ہے
اور آپ کے بعد جو بھی آئے گا خواہ وہ نبوّت کے کمال کو پہنچے وہ بہرحال
محمدؐ رسول اللہ کا خوشہ چین اور آپؐ کا خادم اور آپ کے نور سے نور
پانے والا اور آپؐ کا ظل ہوگا نہ کہ کوئی مستقل نبی۔ دیکھو چودھویں رات
کا چاند کتنا پیارا اور کتنا دلکش اور کتنا روشن نظر آتا ہے مگر اس کی روشنی
سورج کی روشنی کا حصہ اور اس کا عکس ہوتی ہے نہ کہ اپنی ذات میں
مستقل روشنی۔ اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حضرت مسیح
موعودؑ اپنے مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے
کس عشق و محبت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ :۔

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

الغرض اِس حدیث میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں ایک ظلّی نبی پیدا ہوگا اور اسی کے
قدموں میں پھر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ قائم کی جائے گی۔
مگر نبوت کے ذکر کو اس لئے پس پردہ رکھا گیا ہے کہ تا اس حقیقت کی
طرف اشارہ کیا جائے کہ یہ نبوت دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
ہی کی ظِل اور حصہ ہوگی نہ کہ کوئی آزاد یا مستقل نبوت مگر افسوس صد افسوس کہ
نادان لوگوں نے اِن پُرحکمت حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر کے انہی لطیف
کنایات کو اعتراض کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اب میں ایک ایسی
حدیث کو لیتا ہوں

حدیث میں آنے والے مسیح کو نبی کے نام سے پکارا گیا ہے

جس میں صریح طور پر آنے والے مسیح کا نام "نبی" رکھا گیا ہے اور ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے اُسے خود اپنی زبانِ مبارک سے نبی کے نام سے پکارا ہے. چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم لیس بینی و بینہ نبیٌّ یعنی عیسٰی و انّہٗ نازلٌ فاذا رأیتموہ فاعرفوہ. رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض...... فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ.

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

"یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آنے والے مسیح اور میرے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے اور مسیح ضرور تم میں نازل ہوگا پس جب وہ آئے تو تم اُسے دیکھتے ہی پہچان لینا. آنے والے مسیح کا قد درمیانہ ہوگا اور رنگ سرخی کی جھلک لئے ہوئے سفید ہوگا. ...... وہ اسلام کی تائید میں دوسرے مذہبوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا اور صلیبی عقائد کو پاش پاش کردے گا اور خنزیری گندوں کو مٹا دے گا. اور چونکہ اس کے زمانہ میں دین کے لئے تلوار کی جنگ نہیں ہوگی اس لئے وہ جزیہ کو بھی منسوخ کردے گا."

یہ حدیث ایسے صاف اور سیدھے الفاظ پر مشتمل ہے کہ کسی تشریح

اور کسی استدلال کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے آنے والے مسیح کو نبی کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ بلکہ اس خیال سے کہ کہیں آیت خاتم النبیین کی غلط تشریح کی وجہ سے آنے والے مسیح کے متعلق یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ وہ حقیقۃً نبی نہیں ہے بلکہ اسے صرف غیر اصطلاحی طور پر وسعتِ مفہوم کے لحاظ سے نبی کا نام دیدیا گیا ہے۔ آپؐ اس حدیث میں گفتگو کے عام اور معروف طریق سے اجتناب کر کے یہ پُر حکمت الفاظ استعمال فرماتے ہیں کہ :-

لیس بینی وبینہ نبیٌّ ۔

"یعنی میرے اور اس آنے والے مسیح کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے "۔

اس حدیث کے خاص اندازِ بیان میں حکمت

اس اندازِ بیان میں جو اپنی نوع کا ایک خاص کلام ہے یقیناً یہی اشارہ کرنا مقصود تھا کہ دیکھنا آنے والے مسیح کو یونہی غیر اصطلاحی طور پر نام کا نبی نہ سمجھ لینا بلکہ نفسِ نبوت کے لحاظ سے (نہ کہ مقامِ نبوت یا قسمِ نبوت کے لحاظ سے) وہ اسی طرح خدا کا نبی ہے جس طرح کہ مَیں نبی ہوں۔ اللہ اللہ! ہمارے پاک رسول کا کلام بھی کس شان کا کلام ہے کہ اس کے لفظ لفظ میں حکمت و معرفت کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ ہاں سوچو اور غور کرو کہ اگر آپؐ صرف یہ سادہ الفاظ فرماتے کہ آنے والا مسیح نبی ہوگا تو اُن غلط فہمیوں کے پیشِ نظر

جو اِس مسئلہ میں پیدا ہونے والی تھیں شک کرنے والے لوگ اِس شک میں مبتلا ہو سکتے تھے کہ شاید اِس جگہ نبی کا لفظ غیر اصطلاحی طور پر استعمال کیا گیا ہے ورنہ یہاں حقیقتہً نبی مراد نہیں ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیس بینی وبینہ نبیٌ (یعنی میرے اور اس کے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔) حکیمانہ الفاظ استعمال کرکے یہ تعین فرمادی ہے کہ جس طرح میں خدا کا نبی ہوں اسی طرح آنے والا مسیح بھی خدا کا نبی ہوگا اور گو وہ میرا خادم اور شاگرد اور ظل ہوگا مگر بہرحال اس کے نبی ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اُمتِ محمدیہ کے ایک کنارے پر میں کھڑا ہوں اور دوسرے کنارے پر یہ آنے والا مسیح ہے اور ہمارے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔ یہ حدیث اتنی صاف اور اتنی واضح ہے کہ کوئی غیر متعصّب انسان اس کے مفہوم کے متعلق ایک سیکنڈ کے لئے بھی شک نہیں کرسکتا۔

علاوہ ازیں لیس بینی وبینہ نبیٌ کے الفاظ میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اگر مسیح موعود کے ظہور سے پہلے میری اُمت میں کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے ہرگز نہ ماننا کیونکہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ گویا ایک طرف آپؐ نے مسیح موعود کے دعویٰ کی تصدیق فرمادی اور دوسری طرف اُمت کو ہوشیار کر دیا کہ اگر مسیح موعود سے پہلے کوئی شخص نبوت کا مدعی پیدا ہو تو وہ دجال اور کذاب ہے اسے ہرگز نہ قبول کرنا۔ بہرحال یہ حدیث کھلے الفاظ میں اعلان کر رہی ہے کہ مسیح موعود خدا کا نبی ہوگا وھو المراد۔

یہ حدیث یقیناً آنے والے مسیح کے متعلق ہے

اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ شاید اس حدیث میں مسیح ناصری یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو نہ کہ آنے والے مسیح موعود کا۔ تو یہ ایک بالکل مجنونانہ خیال ہو گا۔ کیوں کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ:۔

انّہٗ نازلٌ

"یعنی لوگو میں یہاں گذشتہ مسیح کا ذکر نہیں کر رہا بلکہ اس مسیح کا ذکر کر رہا ہوں جو آئندہ آنے والا ہے"

اس صریح اور واضح ارشاد کے ہوتے ہوئے یہ شبہ کرنا کہ یہاں گذشتہ مسیح کا ذکر ہے کسی عقلمند انسان کا کام نہیں۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں جو یہ الفاظ آتے ہیں کہ یقاتل الناس علی الاسلام" یعنی آنے والا مسیح اسلام کے اس دور میں آئے گا جب کہ اسلام پر دوسرے مذاہب کے حملے ہو رہے ہوں گے اور وہ اسلام کی تائید میں دوسرے مذاہب کے ساتھ مقابلہ کرے گا"۔ اور پھر یہ الفاظ آتے ہیں کہ فیدق الصلیبَ"۔ یعنی یہ ربانی مصلح مسیحی مذہب کے زور کے وقت میں ظاہر ہو کر صلیبی عقائد کو پاش پاش کر دے گا یہ دو فقرے اس بات کا مزید ثبوت ہیں کہ یہاں محمدی سلسلہ کے آنے والے مسیح موعود کا ذکر ہے نہ کہ موسوی سلسلہ کے گذرے ہوئے مسیح ناصری کا۔ عزیزو اور دوستو! خدا کے لئے سوچو اور غور کرو کہ ایک طرف تو ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انّہٗ نازلٌ

(یعنی یہ مسیح آئندہ زمانہ میں ظاہر ہوگا) کے الفاظ فرما کر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ یہاں مسیح ناصری کا ذکر نہیں بلکہ مسیح محمدی کا ذکر ہے جو آئندہ آنے والا ہے۔ اور دوسری طرف آپؐ یہ الفاظ فرما رہے ہیں کہ :-

لیس بینی و بینہ نبیٌّ

"یعنی میرے اور اس آنے والے مسیح کے درمیان کوئی اور نبی نہیں "

تو اب اِن دو یقینی اور قطعی تصریحات کے ہوتے ہوئے کون عقلمند انسان اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ ہمارے آقا محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق آنے والا مسیح خدا کا نبی ہے اور نبی بھی ایسا جسے یونہی تسامح اور وسعتِ مفہوم کے رنگ میں غیر اصطلاحی طور پر نبی کا نام نہیں دے دیا گیا۔ بلکہ سچ مچ کا نبی۔ ہاں ہاں ایسا نبی جس کے متعلق یہ الفاظ بولے جا سکیں کہ اس کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ؟ خلاصہ کلام یہ کہ ابوداود کی اس حدیث سے ذیل کی تین باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) محمدی سلسلہ کا مسیح خود سرور کائنات کے ارشاد کے مطابق خدا کا نبی ہے جو امتِ محمدیہ کی حفاظت کے لئے اس کے آخری کنارے پر اسی طرح ہو کس ہو کر کھڑا ہے جس طرح کہ اس کے ابتدائی کنارے پر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔

(۲) ایسے نبی کا آنا جو یُقاتل الناس علیٰ الاسلام کے ارشاد کے مطابق خدمت اسلام کے لئے مبعوث کیا گیا ہو۔ آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا روحانی فرزند اور آپ ہی کے وجود کا حصہ ہے اور اسی لئے اس آیت کے باوجود آپؐ اسے خود اپنی زبان مبارک سے نبی قرار دے رہے ہیں

(۳) اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے کیونکہ فیج اعوج کا زمانہ ازل سے دجالون کذابون کی پیشگوئی کے مطابق جھوٹے نبیوں کے لئے ریزرو ہو چکا ہے۔

نبوت کے متعلق صحیح مسلم کا حوالہ

ابو داؤد کی اس حدیث کی تائید صحیح مسلم کی ایک حدیث کے ذریعہ بھی ہوتی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے مسیح کو ایک ہی فقرہ میں بار بار نبی کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ویُحصر نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ ...... فیرغبُ نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ ..... ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ ...... فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ الی اللہ ... الخ (مسلم باب ذکر الدجال)

"یعنی جب مسیح موعود یاجوج ماجوج کے زمانے میں آئے گا تو مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی دشمن

کے نرغہ میں محصور ہو جائیں گے .... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی خدا کے حضور دُعا اور تضرع کے ساتھ رجوع کریں گے .... اور اس دعا کے نتیجہ میں مسیحؑ نبی اللہ اور اس کے صحابی مشکلات کے بھنور سے نجات پاکر دشمن کے کیمپ میں گھس جائیں گے۔ لیکن وہاں نئی قسم کی مشکلات پیش آئیں گی .... اور پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی دوبارہ خدا کے حضور دعا کرتے ہوئے جھکیں گے۔ اور خدا اُن کی مشکلات کو دور فرما دے گا۔ وغیرہ وغیرہ"

اس لمبی حدیث میں جسے مفصل نقل کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں (مگر وہ یقیناً آخری زمانہ کے فتنوں اور آنے والے مسیح کے متعلق ہے جیسا کہ ہر شخص اصل حدیث کو پڑھ کر فیصلہ کرسکتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی جملہ کے اندر مسیح موعود کے متعلق چار دفعہ نبی اللہ کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔ یہ طریق کلام بھی ابو داؤد کی حدیث کی طرح یقیناً غیر معمولی ہے۔ اور اس میں بھی سوائے اس انتباہ کے کوئی اور غرض نہیں تھی کہ بے شک میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میرے فیض سے آزاد ہو کر آئے یا میری شریعت کو منسوخ کرے لیکن چونکہ آنے والا مسیح میرا ہی روحانی فرزند اور میرا ہی ظِل ہوگا اس لئے اس کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں۔

کیوں کہ وہ میرے ہی فیض سے فیض یافتہ ہوگا اس کی نبوت میری ہی نبوت کا حصہ ہو گی۔ پس تم اس کی نبوّت میں شک نہ کرنا کیوں کہ شاخ اپنی جڑ سے جدا نہیں اور نہ ہی ظل اپنے اصل سے الگ ہے۔ اسی غرض کے ماتحت آپؐ نے غیر معمولی طور پر ایک ہی فقرہ میں آنے والے مسیح کو چار دفعہ نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ لاریب یہ طریق کلام خاص حکمت پر مبنی ہے اور وہ حکمت یہی ہے کہ تا آئندہ پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کے پیشِ نظر اُمتِ محمدیہ کو ہوشیار کر دیا جائے کہ دیکھنا دیکھنا ٹھوکر نہ کھانا اور جلد بازی میں کسی صادق کا انکار نہ کر بیٹھنا۔ ورنہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی فقرہ میں مسیح موعود کو بظاہر بلا ضرورت چار دفعہ نبی اللہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور نہ کسی اور نبی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور جگہ ایسا غیر معمولی طریق اختیار فرمایا ہے۔

فافھم وتدبّر ولا تکن من الممترین

اُمّتِ محمدیّہ میں مبشرات کا سلسلہ

اب میں ایک ایسی حدیث کو لیتا ہوں جسے بعض اوقات ہمارے مخالفین جلد بازی کے طریق پر اپنے خیال کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں لیکن جیسا کہ میں انشاء اللہ ابھی ثابت کروں گا وہ دراصل ہماری تائید میں ہے۔ کیوں کہ اس حدیث سے بھی سوائے اس کے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہے مگر غیر تشریعی اُمتی نبوّت کا دروازہ کھلا ہے اور کبھی بند نہیں ہو گا۔ چنانچہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں :-

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ ۔ (صحیح بخاری ابواب الرؤیا)

" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب نبوت میں سے مبشرات کے سوا اور کوئی پہلو باقی نہیں رہا۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ مبشرات سے کیا مراد ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس سے رؤیا صالحہ مراد ہے۔"

اس حدیث کی مزید تفصیل ایک دوسری حدیث میں اس طرح آتی ہے کہ :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کشف الستارۃ ورأسہ معصوب فی مرضہ الذی مات فیہ والناس صفوف خلف ابی بکر فقال یا ایھا الناس انہ لم یبق ۔ الخ (صحیح مسلم و ابو داؤد بحوالہ فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۵)

" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں ایک دن جبکہ آپؐ نے بیماری کی شدت کی وجہ سے اپنا سر باندھا ہوا تھا اپنے دروازے کا پردہ اُٹھایا (اور اُس وقت لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے صفیں بنا کر نماز کے لئے تیار کھڑے تھے) اور اپنے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو! سنو کہ اب صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں "۔

یہ وہ حدیث ہے جس سے ہمارے مخالفین بعض اوقات یہ استدلال

کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ کلی طور پر بند ہو گیا ہے اور مسلمانوں کے لئے اب صرف خواب وغیرہ ہی باقی ہے۔ جو کبھی کسی مومن کو آجائے اور اس کے سوا کچھ باقی نہیں رہا لیکن یہ استدلال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ حدیث بھی صرف وہی حقیقت بیان کر رہی ہے جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت اور مستقل نبوت کا دروازہ تو بے شک بند ہے لیکن وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور شاگردی میں ملتی ہے اس کا دروازہ ہرگز بند نہیں بلکہ کھلا ہے اور کھلا رہے گا۔

مرض الموت میں مبشرات والے اعلان کی حکمت

اس کے لئے سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیئے کہ یہ الفاظ جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں فرمائے تھے جبکہ آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب میں اپنے عزیز صحابہ سے رخصت ہو رہا ہوں ایسے موقع پر انسان طبعاً اس مخصوص تعلق کی طرف اشارہ کیا کرتا ہے جو اسے اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اور اپنے اس تعلق کے واسطے سے وہ انہیں مناسب الفاظ کے ذریعہ تسلی دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صحابہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ایک شارع نبی کا تھا۔ پس لامحالہ آپؐ کے ان الفاظ کا یہی منشا سمجھا جائے گا کہ اس جگہ آپؐ صرف تشریعی نبوت کا ذکر فرما رہے ہیں نہ کہ عام گویا بالفاظ دیگر آپؐ کا

مقصد یہ تھا کہ اے میرے عزیز صحابیو! اب میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں اور میری وفات کے ساتھ خدا کے اس تشریعی کلام کا نزول بھی جو میرے ذریعہ ہو رہا تھا بند ہو جائے گا۔ لیکن تم گھبرانا نہیں بلکہ خدا کی طرف دھیان رکھنا وہ تمہیں بھولیگا نہیں اور مومنوں پر اپنی بشارتوں اور رؤیا صالحہ کے ذریعہ اپنی رحمت کا نزول فرماتا رہے گا۔ وغیرہ وغیرہ پس یہ ایک مخصوص قسم کا کلام تھا۔ جو آپؐ اپنی وفات کو قریب دیکھتے ہوئے اپنی مخصوص نبوت کے پیش نظر فرمایا اور اس میں صرف اس مخصوص زمانہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔ جو آپ کی وفات کے معاً بعد آنے والا تھا نہ کہ عام۔ چنانچہ یہی وہ تشریح ہے جو اسلام کے چوٹی کے علماء اس حدیث کی کرتے آئے ہیں۔ مثلاً علامہ ابن حجر (وفات ۸۵۲ ہجری) جو فن حدیث میں امام کا درجہ رکھتے ہیں اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

اللام فی النبوۃ للعھد والمراد نبوتہ والمعنیٰ لم یبق بعد النبوۃ المختصۃ بی الا المبشرات۔

(فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۵)

"یعنی اس حدیث میں جو النبوۃ کا لفظ آیا ہے اس سے مخصوص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی نبوت مراد ہے (نہ کہ عام نبوت) اور مطلب یہ ہے کہ میری مخصوص نبوت میں سے شریعت والا حصہ تو ختم ہو گیا ہے مگر مبشرات باقی ہیں"۔

پس اس حدیث کے متعلق ہمارا پہلا جواب تو یہی ہے کہ یہ حدیث عام نہیں تھی بلکہ جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے اور جیسا کہ سابق علماء امت نے بھی تصریح کی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مخصوص نبوت کی طرف اشارہ فرمایا تھا اور اس کا تعلق صرف زمانہ کے ساتھ تھا۔ جو آپ کی وفات کے معاً بعد آنے والا تھا تاکہ صحابہ کو اپنی وفات کی خبر دے کر تسلی دی جائے کہ میں تو جا رہا ہوں مگر مبشرات کی صورت میں خدا کے فضل و رحمت کا یہ سایہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے جلد بعد کسی نبی کی بعثت مقدر نہیں تھی اس لئے آپ نے وقت کے تقاضا کے مطابق مبشرات کی تشریح میں صرف رویائے صالحہ کے ذکر پر اکتفا فرمایا۔

رسولِ پاکؐ کے عہد میں قلتِ الہام کی وجہ

عقلاً بھی یہی ضروری تھا (اور یہ ایک خاص نکتہ ہے جو یاد رکھنا چاہیے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اس کے قریب قریب وحی والہام کے سلسلہ کو زیادہ وسیع نہ کیا جاتا تاکہ قرآنی وحی کے ساتھ کسی دوسری وحی کے خلط ہونے کا خطرہ نہ پیدا ہو۔ اسی لئے آپؐ نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے زمانہ کے لئے مُبشرات کی اس تشریح پر اکتفا فرمایا کہ اس سے رؤیا صالحہ مراد ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق ابن حجر موصوف صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

وکان السر فی ندور الالہام فی زمنہ وکثرتہ من بعدہ ...... لمن اختصہ اللہ بہ للامن من

اللبس فی ذلک (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۵)

"یعنی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کے زمانہ میں الہام کی وہ کثرت نہیں پائی جاتی جو بعد کے زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ اس میں تقدیر الٰہی کا یہ راز مخفی تھا کہ تا قرآنی وحی کے ساتھ کسی دوسری وحی کا خلط نہ واقع ہو!"

یہ وہ لطیف تشریح ہے جو اس حدیث کی ثابت ہوتی ہے اور ہر شخص جو صاف دلی کے ساتھ اس حدیث کے الفاظ اور اس کے سیاق و سباق پر غور کرے گا اس پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی۔ کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب کے زمانہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ کہ مبشرات کے لفظ کی جو تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الرؤیا الصالحۃ کے الفاظ سے فرمائی ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی عام نہیں تھی۔

لیکن اگر اس حدیث کو عام سمجھا جائے تو پھر بھی کثرتِ معانی کے اصول کے ماتحت کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابتدائی بحث میں بتا چکے ہیں نبوت تین قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل تشریعی نبوت جس کے ساتھ کسی نئی شریعت کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ مثلاً حضرت موسیٰؑ اور ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی شریعت عطا کی گئی دوسرے مستقل نبوت جس کے ساتھ کوئی نئی شریعت تو نہیں ہوتی مگر ایسا نبی کسی سابقہ نبی کی پیروی اور شاگردی کے بغیر براہِ راست نبوت پاتا ہے

اور اس کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت کے سہارے پر قائم نہیں ہوتی بلکہ حصولِ نبوت کے لحاظ سے آزاد ہوتی ہے جیسا کہ مثلاً حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت تھی۔ اور تیسرے ظلی نبوت جس کے ساتھ نہ تو کوئی نئی شریعت ہوتی ہے اور نہ ایسا نبی آزاد صورت میں نبوت حاصل کرتا ہے بلکہ یہ نبوت سابقہ تشریعی نبوت کی ظِل اور عکس ہوتی ہے اور گویا اسی کے سہارے پر قائم ہوتی اور اُسی کی خدمت کے لئے آتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبی یعنی مثیل مسیح کے لئے مقدر تھا۔ پس اگر بالفرض مبشرات کے لفظ کو عام معنوں میں لیا جائے تو تب بھی اس حدیث کا منشا صرف یہی سمجھا جائیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں آسکتا بلکہ صرف مبشرات و منذرات والا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشہ چین بن کر اور آپؐ ہی کے نورِ نبوت سے فیض پاکر نبی بنے۔

مبشرات کی کثرت ہی کا دوسرا نام نبوت ہے

حق یہ ہے کہ مبشرات اور منذرات (کیونکہ مبشرات کے ساتھ منذرات کا وجود لازم و ملزوم ہے) کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ جب یہی مبشرات و منذرات اپنی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے کثرت اور کمال کے ساتھ کسی شخص کو عطا کئے جائیں تو ایسا شخص نبی کہلاتا ہے۔ ہاں معمولی پیمانے پر ان کا وجود بیشک کم و بیش سب مومنوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جس طرح مثلاً ایک روپے کا مالک مالدار نہیں کہلاتا اسی طرح معمولی طور پر مبشرات و منذرات کی نعمت سے حصہ پانے والا شخص بھی نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ

صرف وہی شخص نبی کہلاتا ہے جسے یہ نعمت خدا کی طرف سے غیر معمولی کثرت اور غیر معمولی کمال کے ساتھ عطا ہوئی ہو۔ پس حقیقۃً صرف کثرت اور قلت کا فرق ہے ورنہ مبشرات و منذرات کی کثرت ہی کا دوسرا نام نبوت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ (سورۂ انعام آیت ۴۹)

"یعنی ہم اپنے سب رسولوں اور نبیوں کو صرف مبشرات اور منذرات ہی کا حامل بنا کر بھیجتے ہیں اور پھر جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی اصلاح کرتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہر خوف و حزن سے امن میں آجاتے ہیں۔"

اس قرآنی آیت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ جہاں تک نفس نبوت کا تعلق ہے مبشرات و منذرات کی کثرت ہی کا دوسرا نام نبوت ہے اور باقی چیزیں مثلاً شریعت کا لانا یا مستقل حیثیت میں نبوت پانا یہ سب زائد باتیں ہیں جو ہر نبی میں پائی جانی ضروری نہیں بلکہ کسی نبی میں پائی جاتی ہیں اور کسی میں نہیں پائی جاتیں چنانچہ نبوت کی تعریف کے متعلق خود حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"یہ تمام بدقسمتی دھوکے سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے

حقیقی معنوں میں غور نہیں کیا گیا۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ کسی صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس اُمت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امورِ غیبیہ اُس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

پس اگر لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (یعنی اب نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں) والی احادیث کو عام بھی سمجھا جائے تو تب بھی اس سے مراد معمولی رنگ میں صرف یہ ہے کہ آئندہ کوئی شریعت والا نبی نہیں آسکتا بلکہ صرف غیر تشریعی اُمتی نبی آسکتا ہے جس کی نبوت صرف مبشرات و منذرات تک محدود ہو۔

اُمتِ محمدیہؐ کے خواص میں الہام کا سلسلہ

اس حدیث کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اس حدیث میں مبشرات کی جو تشریح الرؤیا

الصالحۃ کے لفظ سے کی گئی ہے وہ صرف عام مومنوں کو مدنظر رکھ کر ہے ورنہ جیسا کہ اسلام کی تاریخ میں ہزاروں اولیاء اور صلحاء کی عملی شہادت سے ثابت ہے یہ مراد ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ اس خیر امت کے حصہ میں اب صرف خوابیں ہی رہ گئی ہیں اور آئندہ کوئی شخص کشف اور الہام وغیرہ سے حصہ نہیں پا سکتا۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کی شرح امام ابو الحسن الرؤیا الصالحۃ کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

المراد انہا لم تبق علی العموم والا فالالہام والکشف للاولیاء فموجودٌ۔

(شرح سنن ابن ماجہ مصنفہ امام ابو الحسن جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

"یعنی اس حدیث میں الرؤیا الصالحۃ (سچی خوابیں) کا لفظ عام لوگوں کو مدنظر رکھ کر بیان کیا گیا ہے ورنہ اولیاء خواص کے لئے الہام اور کشف کا سلسلہ تو مسلم اور موجود ہے"

خلاصہ یہ کہ حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں اول تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والی تشریعی نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ مراد ہیں نہ کہ عام لیکن اگر اس حدیث کو عام سمجھا جائے تو پھر بھی مبشرات کے لفظ سے مطلقاً نبوت کی نفی مراد نہیں بلکہ صرف تشریعی نبوت اور مستقل نبوت کی نفی مراد ہے۔ اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شریعت والی نبوت اور مستقل نبوت کا دروازہ* بند نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ آپؐ کی نبوت کی ظل ہے نہ کہ اصل اور آزاد نبوت۔

* نوٹ: بند ہو گیا ہے لیکن مبشرات اور منذرات والی نبوت کا دروازہ

ایک مبشرات والے نبی کی پیشگوئی

علاوہ ازیں حدیث

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں ایک اور لطیف اشارہ بھی تھا اور وہ یہ کہ اسمیں ضمنی طور پر آخری میں زمانہ میں مثیل مسیح کے نزول کی خبر دی گئی تھی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی تھی اور انجیل کے معنی جیسا کہ ہر لغت کی کتاب میں لکھا ہے "بشارت" کے ہیں (مثلاً دیکھو اقرب الموارد وغیرہ) گویا حضرت عیسیٰؑ کی نبوت جو غیر تشریعی رنگ کی تھی ایک ایسے کلام الہٰی کی حامل تھی جسے خدا نے بشارت کا نام دیا ہے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (یعنی اب نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں) تو آپؐ نے اس میں یہ لطیف اشارہ فرمایا تھا کہ میں تو جاتا ہوں اب تم میرے بعد انجیلی بشارات والے موسوی مسیح کی طرح مبشرات والے محمدی مسیح کی راہ دیکھنا جو میرے قدموں پر میرے ہی نور سے نور پاکر مبعوث ہوگا۔ دیکھو یہ کیسا لطیف کلام ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا۔ گویا آپ نے دوسرے الفاظ میں مثیل مسیح والی پیشگوئی کو فرما دیا کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد موسوی شریعت کی خدمت کے لئے ایک محمدی مسیح آئے گا اور اُسے بھی مسیح ناصری کی طرح مبشرات عطا کی جائیں گی۔ خلاصہ کلام یہ کہ قریب کے زمانہ کے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبشرات کی تشریح میں رؤیا صالحہ کے الفاظ فرمائے تا قرب زمانی کی وجہ سے قرآنی وحی کے ساتھ کسی دوسری وحی کا خلط نہ واقع ہو اور دُور کے زمانہ کے لئے اسی لفظ میں مثیل مسیح کے نزول کی طرف اشارہ فرما دیا۔ کاش ہمارے مخالف اصحاب اپنے سطحی استدلالوں کو چھوڑ کر ان لطیف حقائق پر غور

فرمائیں جن سے قرآن و حدیث بھرے پڑے ہیں۔

منفی قسم کی احادیث پر تبصرہ

منفی حدیثوں کا خلاصہ

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق مثبت حدیثوں کی بحث ختم کرنے کے بعد اب میں منفی حدیثوں کو لیتا ہوں۔ منفی حدیثوں سے میری مراد وہ حدیثیں ہیں جن سے بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے سلسلہ کا بند ہونا سمجھا جاتا ہے۔ یہ حدیثیں مختلف قسم کی ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ بھی مختلف قسم کے استعمال فرمائے ہیں۔ مثلاً بعض میں اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ لا نبی بعدی (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں) اور بعض میں یہ الفاظ آتے ہیں لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمر (یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا)۔ اور بعض میں ایسے الفاظ آتے ہیں کہ انی آخر الانبیاء (یعنی میں آخری نبی ہوں) اور بعض میں اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ مثلی ومثل الانبیاء من قبلی۔ الخ (یعنی میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک مکان کی سی ہے جس میں ایک اینٹ کی کسر تھی اور میری بعثت سے یہ اینٹ اپنے موقع پر لگ گئی) اور بعض میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت (یعنی اب رسالت اور نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے) اور بعض میں ایسے الفاظ آتے ہیں کہ ثلاثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبیٌّ (یعنی میرے بعد تیس دجال ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہوگا کہ میں خدا کا

نبی ہوں) وغیرہ وغیرہ۔

یہ ان حدیثوں کا خلاصہ ہے جن سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو چکا ہے۔ میں اس جگہ ان حدیثوں کی صحت اور عدم صحت کی بحث میں تو نہیں جاؤنگا کیونکہ یہاں اس قسم کی تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں۔ لیکن جیسا کہ میں انشاء اللہ ابھی ثابت کروں گا ان حدیثوں سے وہ نتیجہ نکالنا ہرگز درست نہیں جو ہمارے مخالف خیال اصحاب نکالا کرتے ہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو ان حدیثوں سے بھی صرف یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ شریعت والی نبوت اور مستقل نبوت تو بے شک حضور خاتم النبیینؐ کی بعثت کے بعد ختم ہو چکی ہے لیکن ظلی نبوت جو محمدی نبوّت ہی کا پرتو اور عکس ہے اور گویا اسی کا حصہ ہے وہ ہرگز بند نہیں ہوئی۔ اور ان حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو اس قسم کی ظلی نبوت کا دروازہ بند کرتی ہو۔ مگر علیحدہ علیحدہ حدیثوں کی بحث شروع کرنے سے پہلے میں ایک مجموعی نوٹ کے ذریعہ اپنے ناظرین کو ایک اصولی بات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں جس سے انشاء اللہ اس مسئلہ کے حل کا ایک سہل اور آسان رستہ کھل جائے گا۔

حدیثوں کے تضاد کو دور کرنے کا طریق

وہ اصولی امر یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کی بحث میں کچھ حدیثیں ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہیں جن سے نبوت کے دروازہ کا کھلا ہونا ثابت ہوتا ہے اور کچھ حدیثیں ہمارے مخالفین کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں جن سے اس دروازہ کا بند ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ بظاہر

یہ ایک بھاری تضاد ہے جو اگر حل نہ ہو سکے تو ہمارے آقا سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید وُلدِ آدمؑ (فداہ نفسی) کے متعلق یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ آپؐ نے متضاد ارشادات فرمائے ہیں۔ یعنی کبھی تو آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور کبھی یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد بھی نبی آسکتا ہے۔ کبھی یہ فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور کبھی یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد میری اُمت میں ایک مسیح آنے والا ہے اور وہ نبی ہو گا۔ اس ظاہری تضاد کے دُور ہونے کی کوئی نہ کوئی صورت ہونی چاہیئے۔ اور ہمارا اور دوسرے مسلمانوں کا یہ مشترکہ فرض ہے کہ انتہائی سنجیدگی اور دیانتداری کے ساتھ اس معاملہ میں غور کر کے کوئی ایسی صورت نکالیں جس سے یہ تضاد (جو یقیناً صرف ظاہر میں نظر آنے والا تضاد ہے کیوں کہ ہمارے آقا کے کلام میں کوئی حقیقی تضاد نہیں ہو سکتا) دور ہو جائے اور جیسا کہ ہر عقلمند انسان ہمارے ساتھ اتفاق کرے گا اس ظاہری تضاد کے دُور ہونے کی مندرجہ ذیل دو امکانی صورتیں ہی ہیں۔

اول یہ کہ حدیثوں کے ظاہری تضاد کو ان سے اوپر کے حاکم یعنی قرآن مجید کے سامنے رکھ کر اس سے فیصلہ حاصل کیا جائے کہ وہ اس بارہ میں کیا فرماتا ہے۔ پھر جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے لے لیا جائے اور دوسری کو رد کر دیا جائے۔ یہ وہ طریق ہے جس کی طرف خود قرآن نے رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ بَعۡدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ○

(سورۃ جاثیہ آیت ۷)

"یعنی اللہ اور اُس کی آیات کے مقابل پر لوگ کس حدیث کو مانیں گے؟"

لیکن اگر ہمارے مخالفین کو یہ صاف اور سیدھا طریق منظور نہ ہو تو پھر دوسرا طریق یہ ہے کہ دونو قسم کی حدیثوں کو لے کر (سوائے اس کے کہ کوئی حدیث خاص طور پر ضعیف یا موضوع ثابت ہو جس کی بحث کا یہ موقع نہیں) ان میں کوئی مطابقت اور موافقت کا رستہ نکالا جائے یعنی یہ فیصلہ کیا جائے کہ جن حدیثوں میں نبوت کے اجراء کا اقرار ہے اُن میں کن معنوں میں اقرار ہے اور جن حدیثوں میں نبوت کے اجراء کا انکار ہے اُن میں کن معنوں میں انکار ہے تا اس ذریعہ سے کسی لمبی بحث کے بغیر دونو قسم کی حدیثوں کو قبول کرنے کا رستہ نکل آئے۔

قرآن کا فیصلہ ہمارے حق میں ہے

یہی وہ دو امکانی طریق ہیں جن سے ہم اس ظاہری تضاد کو دور کر سکتے ہیں اور ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ اس اہم معاملہ میں جو ایمانیات سے تعلق رکھتا ہے۔ انتہائی سنجیدگی اور دیانتداری کے ساتھ غور کر کے اِس اُلجھن کے حل کا رستہ نکالے۔ قرآن مجید کا رستہ تو بالکل صاف ہے، کیونکہ جیسا کہ میں اِس رسالہ کے شروع میں بیان کر چکا ہوں قرآن مجید کی کوئی ایک آیت یا کسی آیت کا کوئی جزو بھی ایسا نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے سلسلہ کو بند قرار دیا گیا ہو۔ بلکہ ہر جگہ یہی مضمون چل رہا ہے کہ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائی نعمتوں اور خدائی رحمتوں کے دروازے

پہلے سے بھی بہت زیادہ فراخ ہو کر کھل گئے ہیں۔ لے دے کے ہمارے مخالفین صرف ایک آیت خاتم النبیّین پیش کیا کرتے ہیں، مگر اس آیت کے متعلق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس میں بھی سلسلۂ نبوت کا بند ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جو انعام پہلے نبیوں کو براہِ راست ملا کرتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع مقام اور مکمل فیضان کی وجہ سے آپؐ کے بعد آپؐ کی پیروی اور شاگردی اور آپؐ کی مہر تصدیق کے ساتھ ملا کریں گے اور یہ بعینہٖ وہی نظریہ ہے جو ہم پیش کرتے ہیں۔ بہرحال قرآن کی کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے سلسلہ کے بند ہونے کا ذکر ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے کمال حکمت سے قرآن مجید کا آغاز ہی اس شاندار مضمون کے ساتھ کیا ہے کہ جو جو انعامات پہلی امتوں کو متفرق طور پر ملتے رہے ہیں وہ سب کے سب بلا استثناء، امتِ محمدیہ کو اکمل اور اتم صورت میں ملیں گے۔ کیا ایسی کامل و مکمل کتاب جو اس وسیع نظریہ کے ساتھ شروع ہو رہی ہے اس تنگ نظریہ کی تائید کر سکتی ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے خدائی انعام و اکرام کے وسیع دریا کو خشک کر کے رکھ دیا ہے؟ اور جو نہریں پہلے جاری تھیں وہ اب بند ہو گئی ہیں۔ ھیھات ھیھات لما یصفون۔

حدیثوں میں کوئی حقیقی تضاد نہیں

باقی رہا حدیث کا معاملہ۔ سو اس کے تضاد کو دُور کرنا کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ اس کا تضاد محض ظاہری ہے حقیقی نہیں۔ چند حدیثیں ہم پیش کرتے ہیں جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح

ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے دین کی خدمت
کے لئے آپؐ ہی کے خادموں میں سے آپؐ ہی کے نور سے نور پاکر اور آپ ہی کا
عکس لیکر ایک شخص نبوت کے مقام کو پہنچ سکتا ہے۔ اس کے مقابل پر چند حدیثیں
دوسرا فریق پیش کرتا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خدا کے آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں۔ بظاہر یہ ایک بھاری
تضاد ہے مگر دوستو اور عزیزو اور ہمارے مشترکہ آقاؐ کے نام لیواؤ! خدا تمہاری
آنکھیں کھولے کیا یہ تضاد اس ایک حکیمانہ لفظ سے دور نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں
ہمارے آقاؐ نے لا نبی بعدی اور انی آخر الانبیاء وغیرہ کے الفاظ
فرمائے ہیں وہاں آپؐ کا منشاء یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا
جو مجھ سے آزاد ہو کر اور میری شریعت کو منسوخ کر کے اور میرے دامن
نبوت سے کٹ کر نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور اس معنی میں میں آخری نبی ہوں
اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن اس کے مقابل پر جہاں آپؐ نے یہ فرمایا ہے
کہ میرے بعد نبی آسکتا ہے اور میری امت کا مسیح موعود نبی ہوگا وہاں آپؐ کا
مقصد یہ ہے کہ میری شریعت کا خادم بن کر اور میرے نور سے نور پاکر اور گویا
میرے سورج کے ساتھ چاند کی طرح وابستہ ہو کر میرا ایک روحانی فرزند نبوت
کے مقام کو پہنچ سکتا ہے۔ ایسے شخص کی نبوت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پھر بھی آخری نبی رہتے ہیں اور لا نبی بعدی کے مفہوم میں کوئی رخنہ
پیدا نہیں ہوتا کیونکہ شاخ اپنی جڑھ سے جدا نہیں اور نہ ظل اپنے اصل
سے الگ ہے۔

ہم اصولاً ساری حدیثوں کو قبول کرتے ہیں | اب دیکھو کہ یہ ایک کیسا سہل اور کیسا آسان

طریق ہے جس میں حدیثوں کا ظاہری تضاد گویا ایک لفظ کے کہنے سے اور ایک کلمے کے بدلنے سے بالکل دور ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے آقا (فداہ نفسی) کی ہر حدیث ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے دل کی راحت قرار پاتی ہے اور کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں جانتا ہوں کہ ان حدیثوں کی صحت اور عدم صحت کے متعلق بعض لوگوں نے لمبی لمبی بحثیں کی ہیں اور اس میدان میں داخل ہونے سے یقیناً کافی بحث کا رستہ کھل سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں اس جگہ اس بحث میں نہیں جانا چاہتا بلکہ دلیل کی خاطر ان ساری حدیثوں کو قبول کرتا ہوں جن کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنّی آخر الانبیاء (یعنی میں آخری نبی ہوں) مگر میں اِن حدیثوں کے وہ معنی نہیں کر سکتا جس کے نتیجہ میں میرے آقا کی دوسری حدیثیں نعوذ باللہ غلط قرار پائیں۔ میں ان حدیثوں کے وہ معنی نہیں کر سکتا جن سے میرے آقا کی شان میں کمی آئے۔ پس میں جہاں اِن حدیثوں کو مانتا ہوں وہاں اُن دوسری حدیثوں کو بھی مانتا ہوں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور شاگردی میں نبی آسکتا ہے اور یہ کہ آنے والا مسیح جو آپؐ کا رُوحانی فرزند ہے نبوّت کے مقام کو پہنچے گا۔ میں اِن ہر دو قسم کی حدیثوں کو مانتا ہوں کیونکہ اس طرح حدیثوں کا تضاد دُور ہوتا ہے اور میرے آقا کی یہ بلند شان ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے خادم اسکی خوشہ چینی میں نبوت کے مقام کو پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارے رسول پاکؐ نے فرمایا تھا اور بالکل سچ فرمایا تھا کہ:-

لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتباعی۔

(الیواقیت والجواہر مرتبہ امام شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۰)

"یعنی اگر اس وقت موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا"۔

لیکن ایک غیر مسلم معاند کہہ سکتا تھا کہ نعوذ باللہ یہ صرف ایک منہ کا دعویٰ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ مگر خدا نے آپؐ کے خادموں میں سے ایک شخص کو مثیل مسیح بنا کر اور اُسے نبوت کے مقام تک پہنچا کر بتا دیا کہ اس کے حبیبؐ کا دعویٰ بالکل سچا تھا۔ جس کی صداقت پر واقعات نے مُہر لگا دی ہے۔ کیا ہمارے مخالف اصحاب واقعات کی اِس شہادت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ کیا وہ حدیثوں کے اِس تضاد کو حل کرنے کی خاطر ہماری طرح اِس اعلان کے لئے آمادہ ہیں کہ ہم اس بحث میں ساری پیش کردہ حدیثوں کو مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر وہ خود سوچ لیں کہ قرآن کو انہوں نے کلی طور پر چھوڑا۔ حدیثوں کے نصف بہتر حصّہ سے انہوں نے مُنہ موڑا اور پھر بھی انہیں اِس محرومی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا کہ اپنے رسول کی شان گھٹا کر اور خدائی انعاموں کی نہریں خشک کر کے بیٹھ گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حدیث لانبیّ بعدی کی تشریح

اس کے بعد میں نہایت اختصار کے ساتھ منفی قسم کی حدیثوں کو زیر دار لیتا ہوں۔ اِس میدان میں سب سے پہلے ہمارے سامنے یہ حدیث آتی ہے کہ لانبیّ بعدی (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ اِس حدیث پر ہمارے مخالفوں کا بڑا زور ہے کہ دیکھو کس طرح رسول پاکؐ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور انہوں نے

اِس حدیث کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار بیان کرکے اور اس کی غلط تشریحات پیش کرکے گویا عوام الناس کے دل و دماغ پر ایک گونہ سحر کر رکھا ہے لیکن انشاء اللہ خدا کے فضل اور اُس کے رسول کی برکت سے یہ طلسم زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا۔

بات یہ ہے کہ لا نبیّ بعدی کے لفظی معنی بے شک یہی ہیں کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ لیکن اس بات کو ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ بعض اوقات لا (یعنی نہیں) کے لفظ سے ایک بات کی نفی کی جاتی ہے مگر اس سے علم نفی مراد نہیں ہوتی بلکہ محدود قسم کی نفی مراد ہوتی ہے جسے تو اعد عربی کے محاورہ میں نفی جنس کہتے ہیں۔ اُردو زبان میں اس کی مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ مثلاً اگر کسی سکول کا ہیڈ ماسٹر خاص طور پر اعلیٰ اور ممتاز قابلیت کا ہو اور اس علاقہ کے دوسرے ہیڈ ماسٹر اس کے مقابل پر معمولی قابلیت کے لوگ ہوں تو بسا اوقات اِس قسم کے الفاظ کہہ دئے جاتے ہیں کہ "ہیڈ ماسٹر تو بس یہی ہے اور اس کے سوا کوئی ہیڈ ماسٹر نہیں"۔ اس سے مراد ہرگز یہ نہیں ہوتی کہ اس کے سوا کوئی ہیڈ ماسٹر ہی نہیں بلکہ مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ اس علاقہ میں اس قابلیت کا یا اِس قسم کا یا اس شان کا کوئی اور ہیڈ ماسٹر نہیں۔ یہ محاورہ جو ہر زبان میں پایا جاتا ہے ایسا عام اور ایسا معروف ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اِس کا انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ہمیں اس بحث میں دوسرے لوگوں کے محاورہ کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اِس محاورہ کی ایک ایسی مثال بیان فرما دی ہے جس سے اس ساری بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ (بخاری کتاب الایمان والنذور)

" یعنی جب موجودہ قیصر شہنشاہِ روم مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی اور قیصر نہیں ہوگا اور جب موجودہ کسریٰ شہنشاہِ ایران مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی اور کسریٰ نہیں ہوگا۔"

اب دیکھو کہ اس حدیث میں قیصر اور کسریٰ کے الفاظ بظاہر بالکل مطلق اور عام ہیں اور ان کے ساتھ کوئی شرط یا قید یا حدبندی نہیں لگائی گئی مگر باوجود اس کے مراد اس جگہ خاص قسم کے قیصر و کسریٰ ہیں نہ کہ عام۔ کیونکہ جن قیصر اور کسریٰ کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔ اُن کے بعد بھی کئی قیصر و کسریٰ ہوتے رہے بلکہ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے قیصر کی حکومت تو اس کے پانچ چھ سو سال بعد تک جاری رہی۔ اس لئے اس جگہ تمام محققین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ان الفاظ کے استعمال کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ نہیں تھا کہ جب یہ موجودہ قیصر و کسریٰ مرجائیں گے تو اُن کے بعد کوئی اور قیصر و کسریٰ ہوں گے ہی نہیں بلکہ مطلب صرف یہ تھا کہ ان کے بعد اس رُتبہ اور اس شان اور اس قسم کی وسیع حکومت والے قیصر و کسریٰ نہیں ہوں گے۔

(مثال کے لئے دیکھو فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۷)

بعینہٖ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے کہ لا نبیّ بعدی (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں) تو اس سے بھی آپؐ کا منشاء صرف یہ تھا کہ میرے بعد میری طرح کا کوئی صاحبِ شریعت نبی یا مستقل نبی نہیں ہوگا نہ یہ کہ مطلقاً کوئی نبی ہوگا ہی نہیں۔ اس خیال کی تشریح کے لئے

آپؐ نے گویا خود مثال دیکر وضاحت فرما دی کہ دیکھو جس طرح میں نے لا نبی بعدی کے الفاظ استعمال کئے ہیں بعینہٖ اسی طرح میں نے اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ پس جس طرح لا قیصر بعدہ کے معنی محدود تھے اور مراد صرف یہ تھی کہ اس موجودہ قیصر کے بعد کوئی اس رتبہ کا یا اس قسم کا قیصر نہیں ہوگا اسی طرح لا نبی بعدی کے معنی بھی محدود ہیں اور مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی میری طرح کا صاحب شریعت اور مستقل حیثیت رکھنے والا نہیں ہوگا۔ یہ ایک اتنی صاف اور سیدھی بات ہے کہ کوئی دانا انسان اس میں شبہ نہیں کر سکتا۔

بعدی کے لفظ کی تشریح

علاوہ ازیں اس حدیث میں بعدی (یعنی میرے بعد) کا لفظ بھی خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ عربی زبان میں بعد کا لفظ تین مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے:۔

اول ظرفِ مکانی کے لحاظ سے بعد کا استعمال۔ اس صورت میں بعد کے معنی "پیچھے" کے ہوتے ہیں جس طرح کہ مثلاً ایک عمارت کے "پیچھے" یعنی اس کے عقب میں دوسری عمارت ہوتی ہے۔

دوم ظرفِ مکانی ہی کی دوسری صورت وہ ہے جس میں بعد کا لفظ استعارہ کے طور پر "مقابل" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی ایک چیز کو چھوڑ کر اور گویا اس سے آگے گذر کر کسی ایسی دوسری چیز کو اختیار کیا جائے جو اس کے پیچھے ہے۔ جیسے کہ مثلاً قرآن مجید فرماتا ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ یعنی خدا اور اس کے آیات کے بعد (یعنی انہیں چھوڑ کر یا ان کے مقابل پر)

لوگ کس حدیث کو مانیں گے؟

سوم زمانہ کے لحاظ سے **بعد** کا استعمال جیسے عربی زبان میں ظرفِ زمانی کہتے ہیں۔ جس طرح مثلاً ایک چیز کے گذر جانے اور اس کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد دوسری چیز آتی ہے۔ یہ تینوں معنی لغت عربی اور محاورہ زبان کی رو سے قطعی طور پر ثابت ہیں اور کوئی شخص ان کے انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔

سو اس جگہ پہلے معنی کی بحث میں تو ہمیں جانے کی چنداں ضرورت نہیں، کیوں کہ جہاں تک موجودہ بحث کا تعلق ہے یہ معنی صرف ایک مخصوص حدیث سے تعلق رکھتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سفر پر جاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تم اس سفر میں اپنے بعد ہارونؑ کی طرح ہو (یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ اپنے ایک سفر میں اپنے بعد ہارون نبی کو چھوڑ گئے تھے اسی طرح میں تمہیں اس سفر میں اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہوں) غیر انہ لا نبی بعدی مگر فرق یہ ہے کہ موسیٰؑ کے سفر میں ان کے **بعد** ایک نبی قائم مقام بنا تھا مگر میں اس سفر میں اپنے بعد کسی نبی کو نہیں چھوڑ رہا۔ اس حدیث میں **بعد** کا لفظ صریح طور پر **ظرفِ مکانی** کی صورت میں استعمال ہوا ہے اور مطلب بھی واضح ہے کہ اس جگہ صرف حضرت علیؓ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں ٹھہرے تھے غیر نبی قرار دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ حدیث صرف ایک منفرد اور مخصوص واقعہ کے متعلق ہے اور لا نبی بعدی کے الفاظ اس کے علاوہ بعض دوسری حدیثوں میں کسی خاص واقعہ کے تعلق کے بغیر بھی آئے ہیں اس لئے مجھے اس مخصوص حدیث کی بحث میں جانے

اور اس کی آڑ لینے کی ضرورت نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس مخصوص واقعہ کے علاوہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جگہ لا نبی بعدی یا اس سے ملتے جلتے الفاظ فرمائے ہیں اور ہماری اصل بحث انہی عام مواقع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ کہ حضرت علیؓ والے مخصوص واقعہ کے ساتھ

دوسرے معنی بعد کے لفظ کے یہ ہیں کہ ایک بات چھوڑ کر کسی دوسری بات اختیار کیا جائے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (یعنی لوگ خدا اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کس حدیث کو مانیں گے؟) ان معنوں کے لحاظ سے بھی حدیث لا نبی بعدی کا مطلب بالکل صاف ہے کیونکہ اس صورت میں اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو میری شریعت کو چھوڑ کر اور اسے منسوخ کر کے کوئی اور شریعت لائے بلکہ جو بھی آئے گا میرا متبع اور میری شریعت کا خادم ہو کر آئے گا اور میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

تیسرے معنی بعد کے جو ظروفِ زمانی سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہیں کہ ایک چیز کے گذر جانے اور اس کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد دوسری چیز ظاہر ہو۔ یعنی وقت کے لحاظ سے دونوں آگے پیچھے ہوں اس صورت میں حدیث لا نبی بعدی کے یہ معنی ہوں گے کہ "میرا زمانہ گذرنے کے بعد کوئی اور نبی نہیں"۔ اب دیکھو کہ یہ معنی بھی کتنے صاف اور کتنے واضح ہیں۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کے زمانہ کو ختم کر کے نیا دور شروع کر دے۔ اور اس لحاظ سے بھی قطعاً کوئی اعتراض پیدا

نہیں ہوتا کیوں یہ بات مسلّم ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دائمی شریعت لیکر مبعوث ہوئے تھے اور آپ کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے جیسا کہ آپؐ نے بار بار صراحت فرمائی ہے حتیٰ کہ ایک موقع پر آپؐ نے اپنا دست مبارک اٹھا کر اور اس کی دو انگلیاں باہم ملا کر تاکید کے رنگ میں فرمایا کہ:-

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃَ کَھَاتَیْنِ.

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ نازعات)

"یعنی میں اور قیامت اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جس طرح کہ میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں اور ان کے درمیان کوئی رخنہ نہیں"

رسُولِ پاکؐ کی نبوّت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے

سو جب آپؐ کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے تو لازماً ظرفِ زمانی کی صورت میں لا نبی بعدی کے یہی معنی لئے جائیں گے۔ کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میرے زمانہ کو ختم کر کے کسی نئے دور کی بنیاد رکھ دے کیوں کہ میرا زمانہ قیامت تک ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ہمارے مخالفین اپنی کوتاہ نظری سے بعدی کے مفہوم کو بلا وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جسمانی زندگی کے ساتھ محدود کر رہے ہیں حالانکہ آپ کا منشاء یہ تھا اور یہی آپؐ کی ارفع شان کے مطابق ہے کہ میرا زمانہ نبوت قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے بعد یعنی اس کے دامن کو

کاٹ کر اور اس کے دور کو ختم کر کے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ عزیزو اور دوستو سوچو اور غور کرو کہ بعدی کا مفہوم سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آپؐ کی نبوت کا دور ختم ہو اور آپؐ کی شریعت کو منسوخ کر کے کوئی دوسرا نبی ظاہر ہو جائے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیوں کہ آپؐ کی نبوت کا دور قیامت تک چلتا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ وہ لطیف اور پُر حکمت مضمون ہے جو حدیث لا نبی بعدی میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ کے ظاہر پرست اور کوتاہ بین لوگوں نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی زندگی کے ساتھ محدود کر کے اسے اسکے ارفع مقام سے نیچے گرا دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہم پورے شرح صدر کے ساتھ حدیث لا نبیّ بعدی پر ایمان لاتے اور اس بات کا برملا اعلان کرتے ہیں کہ واقعی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ آپؐ کے چشموں کا پانی خشک ہو گیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور اب جو بھی آئے گا وہ آپؐ کی نبوت کے دامن میں لپٹا ہوا آئے گا۔ اور اس کی نبوت آپؐ کی نبوت کے اندر ہوگی نہ کہ اس کے بعد یا باہر کیوں کہ اب کسی ماں کے بیٹے میں یہ طاقت نہیں خواہ وہ مسیحؑ ناصری ہو یا کوئی اور کہ وہ قیامت سے پہلے آپ کی نبوت کے دور کو کاٹ کر اور آپؐ کی ختمِ نبوت کی مہر کو توڑ کر سریر رسالت پر قدم رکھے ہمارا آقا اولین و آخرین کا سردار اور سید ولد آدم ہے، جو نبی اس سے پہلے گذرے وہ اس کی تیاری کے لئے آئے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ

کُنتُ نبیاًو آدم بین الماء والطّین۔ اور جو اس کے بعد آئے گا وہ خادم اور خوشہ چین اور ظلِ بن کر آئے گا۔ یہی آیت خاتم النبیّین اور حدیث لانبی بعدی کی حقیقی تفسیر ہے مگر افسوس کہ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ ارفع حقایق کو چھوڑ کر سطحی باتوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حدیث لانبی بعدی بے شک درست اور صحیح ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ:۔

(۱) اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کو چھوڑ کر اور اسے منسوخ کر کے کوئی اور شریعت قائم کرے کیونکہ میری شریعت دائمی ہے جس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں۔

(۲) میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میرے زمانہ نبوت کو کاٹ کر اور میری نبوت کے دور کو ختم کر کے کوئی نیا دور شروع کر دے بلکہ جو بھی آئے گا میری ہی شاخ بن کر آئے گا اور میرے ہی فیضِ نبوت سے فیض یافتہ ہو گا۔ اس لئے اس کی نبوت میری نبوت کے اندر ہو گی نہ کہ اس کے بعد یا باہر۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ کا فیصلہ کن ارشاد

یہی وہ لطیف تشریح ہے جس کی اُمتِ محمدیہ کے بڑے بڑے صلحاء اور علماء ہر زمانہ میں تائید کرتے آئے ہیں حتیٰ کہ ہمارے رسول پاکؐ کی محبوب بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی فرماتی ہیں کہ:۔

قُولُوا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ و در منثور جلد ۵)

"یعنی اے لوگو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تو کہا کرو کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں"

اللہ اللہ! ہماری مادر مشفق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال کہاں پہنچا ہے جس کی گرد کو بھی آج کا مولوی نہیں پا سکتا۔ فرماتی ہیں اور کس لطیف انداز میں فرماتی ہیں کہ حدیث لا نبی بعدی کے معنی سمجھنے میں جلد باز لوگوں کو غلطی لگ سکتی ہے اور وہ اس کی تہہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ گمان کر سکتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو چکا ہے اس لئے تم اے مسلمانو اس ٹھوکر سے بچنا اور لا نبی بعدی کی حدیث کی بجائے آیت خاتم النبیین کی طرف نگاہ رکھنا۔ کیونکہ اس میں ساری حقیقت کا خلاصہ آگیا ہے۔

ظاہر ہے امکانی طور پر حدیث لا نبی بعدی کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ **ایک** وہ جو ہمارے مخالف کرتے ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو چکا ہے اور دوسرے وہ معنی جو ہم کرتے ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے دورِ نبوت کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا۔ مگر آپؐ کی اتباع اور شاگردی میں آپؐ کی مہر تصدیق کے ساتھ ظلی اور امتی نبی آسکتا ہے۔ اور یہ بعینہ وہی مفہوم ہے جو آیت خاتم النبیین میں بیان ہوا ہے کہ جس کے متعلق ہم اوپر بحث کر آئے ہیں۔ اب دیکھو کہ ہماری

مادرِ مشفق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کس وضاحت اور کس لطافت کے ساتھ ہمارے معنوں کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ لوگو! تم لا نبی بعدی کی حدیث کے الفاظ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہو اس لئے اس کی جگہ آیت خاتم النبیین کے مفہوم کو مدنظر رکھو تا ٹھوکر سے بچے رہو۔ اور آیت خاتم النبیین کا مفہوم کیا ہے؟ یہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مُہر ہیں آپؐ کے بعد کوئی صاحب شریعت یا مستقل نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ اس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے مگر ظلی اور امتی نبی جو آپؐ کے نور سے نور پائے اور آپؐ کے فیض سے فیضیاب ہو آسکتا ہے کیونکہ اس کی نبوت آپؐ کی شریعت کے تابع اور آپؐ ہی کا حصہ ہے۔

میں حیران ہوتا ہوں اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ اس بزرگ خاتون اور مومنوں کی مادرِ مشفق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال کس گہرائی تک پہنچا ہے کہ آنے والے خطرات کو چودہ سو سال پہلے بھانپ کر فرماتی ہیں کہ دیکھو حدیث لا نبی بعدی کے وہ معنی نہ کرو جو آیت خاتم النبیین کے خلاف ہیں بلکہ وہ معنی کرو جو اِس آیت کے مطابق ہیں۔ اور اس طرح ضمناً آیت خاتم النبیین کی تشریح بھی کر جاتی ہیں کہ اِس آیت میں نبوت کے بند ہونے کا ذکر نہیں بلکہ سرورِ کائنات کی مُہر تصدیق کے ساتھ آپؐ کے واسطے سے انعاماتِ الٰہی کے جاری ہونے کا ذکر ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وعلیٰ ازواجِ محمدٍ وبارک وسلم

حضرت امام شعرانی کا حوالہ

میرا یہ مضمون میرے اندازے سے بہت لمبا ہوتا جا رہا ہے اسلئے

اب اس حدیث کی بحث کے تعلق میں صرف ایک اور حوالہ پیش کر کے دوسری حدیثوں کو لیتا ہوں۔ حضرت امام شعرانیؒ (وفات سنہ ۹۷۶ھ) فرماتے ہیں :-

قوله صلی الله علیه وسلم فلا نبی بعدی ولا رسول المراد به لا مشرع بعدی

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۷)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں اس سے صرف یہ مراد ہے کہ میرے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں آسکتا۔"

حضرت امام شعرانی کی تشریح بالکل صاف اور واضح ہے جس میں کوئی عقلمند شخص ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں کر سکتا اور اگر اس جگہ کوئی کج بحث انسان ہمیں حضرت ملا علی قاریؒ والے حوالہ کی طرح جو ہم حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً کے ضمن میں اوپر بیان کر آئے ہیں اس بحث میں گھسیٹنا چاہے کہ نبوت کے متعلق حضرت امام شعرانی کا ذاتی مذہب تو یہ تھا یا وہ تھا تو یہ ایسے شخص کی صریح نادانی یا بد دیانتی ہوگی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم حضرت ملا علی قاری والے حوالہ کی بحث میں صراحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں ہمیں اس جگہ اس بحث سے کوئی غرض نہیں کہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کے متعلق امام شعرانیؒ کا مذہب کیا تھا بلکہ ہمیں اس جگہ صرف اس سوال سے سروکار ہے کہ امام صاحب کے نزدیک لا نبی بعدی کی تشریح کیا تھی

اور یہ تشریح یقیناً یہی تھی کہ لا ھسنتہ بعدہٗ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آسکتا پس خدا کے لئے مخلوقِ خدا کو دھوکا دینے کے طریق پر خلطِ مبحث سے کام نہ لو کیوں کہ اس جگہ ہماری بحث امام شعرانی کے دوسرے معتقدات کے متعلق نہیں ہے بلکہ صرف اس محدود سوال کے متعلق ہے کہ اُن کے نزدیک حدیث لا نبی بعدی کی تشریح کیا تھی۔ اور یہ بات ان کے اس حوالہ سے جو اوپر درج کیا گیا ہے اظہر من الشمس ہے کہ ان کی تشریح یہی اور فقط یہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا وھوالمراد۔

ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری نہیں

باقی اگر بالفرض (اور میں یہ بات پھر صرف فرض کے طور پر کہہ رہا ہوں) امام شعرانی کا ذاتی خیال یہی تھا کہ نبی وہی ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے تو یہ خیال کسی طرح درست نہیں۔ کیوں کہ قرآن مجید صریح الفاظ میں فرماتا ہے کہ:۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ (اور پھر فرماتا ہے) اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا۔ (سورۃ بقرہ آیت ۸۸ وسورۃ مائدہ آیت ۴۵)

"یعنی ہم نے موسیٰؑ پر کتاب نازل کی اور پھر موسیٰ کے بعد اس کی اتباع میں پے درپے رسول بھیجے ...... اور ہم نے موسیٰ پر توراۃ اتاری تھی جس میں بنی اسرائیل کے لئے

اب اس حدیث کی بحث کے تعلق میں صرف ایک اور حوالہ پیش کر کے دوسری حدیثوں کو لیتا ہوں۔ حضرت امام شعرانیؒ (وفات ۹۷۶ھ) فرماتے ہیں:۔

قوله صلی الله علیه وسلم فلا نبی بعدی ولا رسول المراد به لا مشرع بعدی

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۷)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں اس سے صرف یہ مراد ہے کہ میرے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں آ سکتا"

حضرت امام شعرانی کی تشریح بالکل صاف اور واضح ہے جس میں کوئی عقلمند شخص ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں کر سکتا اور اگر اس جگہ کوئی کج بحث انسان ہمیں حضرت ملا علی قاریؒ والے حوالہ کی طرح جو ہم حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً کے ضمن میں اوپر بیان کر آئے ہیں اس بحث میں گھسیٹنا چاہے کہ نبوت کے متعلق حضرت امام شعرانی کا ذاتی مذہب تو یہ تھا یا وہ تھا تو یہ ایسے شخص کی صریح نادانی یا بددیانتی ہوگی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم حضرت ملا علی قاری والے حوالہ کی بحث میں صراحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں ہمیں اس جگہ اس بحث سے کوئی غرض نہیں کہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کے متعلق امام شعرانیؒ کا مذہب کیا تھا بلکہ ہمیں اس جگہ صرف اس سوال سے سروکار ہے کہ امام صاحب کے نزدیک لا نبی بعدی کی تشریح کیا تھی

اور یہ تشریح یقیناً یہی تھی کہ لا نبی بعدی کا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آسکتا پس خدا کے لئے مخلوقِ خدا کو دھوکا دینے کے طریق پر خلطِ مبحث سے کام نہ لو کیوں کہ اس جگہ ہماری بحث امام شعرانی کے دوسرے معتقدات کے متعلق نہیں ہے بلکہ صرف اس محدود سوال کے متعلق ہے کہ اُن کے نزدیک حدیث لا نبی بعدی کی تشریح کیا تھی۔ اور یہ بات ان کے اس حوالہ سے جو اوپر درج کیا گیا ہے اظہر من الشمس ہے کہ ان کی تشریح یہی اور فقط یہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا وھو المراد۔

ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری نہیں

باقی اگر بالفرض (اور میں یہ بات پھر صرف فرض کے طور پر کہہ رہا ہوں) امام شعرانی کا ذاتی خیال یہی تھا کہ نبی وہی ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے تو یہ خیال کسی طرح درست نہیں۔ کیوں کہ قرآن مجید صریح الفاظ میں فرماتا ہے کہ:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (اور پھر فرماتا ہے) اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا۔ (سورہ بقرہ آیت ۸۸ وسورہ مائدہ آیت ۴۵)

"یعنی ہم نے موسیٰؑ پر کتاب نازل کی اور پھر موسیٰ کے بعد اس کی اتباع میں پے درپے رسول بھیجے ...... اور ہم نے موسیٰ پر توراۃ اتاری تھی جس میں بنی اسرائیل کے لئے

ہدایت اور نور تھا اور اسی کی شریعت کو تسلیم کرکے اور اسی کی ہدایت کے مطابق موسیٰ کے بعد آنے والے نبی یہودی قوم میں دینی مسائل کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔

یہ ایک بالکل واضح اور صریح آیت ہے جس کے مفہوم کے متعلق کسی شک کی گنجائش نہیں بلکہ قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں اور حدیث سے بھی اسی کا ثبوت ملتا ہے مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گذرے ہیں جن میں سے شریعت لانے والے رسول صرف تین سو پندرہ تھے (مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء۔ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۵۲)۔ اور پھر واقعات کی شہادت بھی اسی کی تائید میں ہے کیونکہ دنیا کی تاریخ میں کثیر تعداد ایسے نبیوں کی نظر آتی ہے جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی بلکہ وہ صرف سابقہ شریعت کی خدمت اور لوگوں کی ایمانی اور عملی اصلاح کے لئے مبعوث کئے جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت داؤد اور سلیمان اور زکریا اور یحییٰ علیہم السلام مبعوث ہوئے اور عقلاً بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ نبیوں کا سلسلہ جاری کرنے میں خدا تعالیٰ کی اصل غرض اصلاح خلق ہے خواہ یہ اصلاح نئی شریعت کے نزول کے ذریعہ ہو یا کہ سابقہ شریعت کی تجدید کے ذریعہ ہو۔ پس اس قطعی فیصلہ کے ہوتے ہوئے جس پر قرآن مجید اور حدیث اور تاریخ اور عقل سب کی متفقہ شہادت ثبت ہے یہ خیال ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ امام شعرانی یا کسی اور ذمہ دار بزرگ کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے کہ ہر نبی کے لئے

نئی شریعت کا لانا ضروری ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ ہماری اصطلاح کے مطابق جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں (ولکل ان یصطلح) امام صاحبؒ کا عقیدہ بھی یہی ہوگا کہ دراصل حقیقی نبوت صرف شریعت والی نبوت کی باقی اقسام اس کے نیچے آتی ہیں نہ یہ کہ باقی اقسام نبوت کی اقسام ہی نہیں ہوتیں۔

الغرض لا نبی بعدی کی حدیث بالکل برحق ہے اور ہم اسے پورے شرح صدر کے ساتھ قبول کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ بالکل بند ہے بلکہ اس کا منشا صرف یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس لئے آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے یا آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔ بلکہ وہی اور صرف وہی آسکتا ہے جس کا رستہ خاتونِ جنت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقیدہ کے مطابق آیت خاتم النبین کے ذریعہ کھولا گیا ہے یعنی ظلی اور اُمتی نبی جو رسولِ پاک کی مُہر پا کر نبوت کے مقام کو پہنچے۔

حدیث اِنّی آخر الانبیاء کی تشریح

دوسری حدیث جو ہمارے مخالف خیال اصحاب کیطرف سے پیش کی جاتی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد پر مشتمل ہے کہ اِنّی آخر الانبیاء (یعنی میں آخری نبی ہوں)۔ اس حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فیصلہ فرما دیا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور آپؐ کے فیصلہ کے بعد کوئی سوال

باقی نہیں رہتا۔ اس کے جواب میں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طرح
ہم اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ
نبوت گذرنے کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح ہم پورے شرح صدر
کے ساتھ اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ حقیقۃً" آپؐ ہی آخری
نبی ہیں۔ اور ہم نے کبھی اس سے انکار نہیں کیا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ
ہمارے مخالف اصحاب ہمارے نظریہ کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے بغیر بلکہ بعض
صورتوں میں دیدہ و دانستہ ہمارے خلاف یہ الزام لگاتے چلے جاتے ہیں
کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے حالانکہ جن
معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو آخری نبی
قرار دیا ہے ان معنوں میں ہم آپؐ کو بلاشک وشبہ آخری نبی یقین کرتے
ہیں ولعنۃ اللہ علیٰ من کذب۔

تین قسم کے نبی

دراصل سارا دھوکا اس وجہ سے لگ رہا ہے کہ کبھی
بھی سنجیدگی کے ساتھ اس بات پر غور نہیں کیا گیا کہ
ہم بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو کس قسم کا نبی مانتے ہیں اور محض نبی کا لفظ
سن کر شور مچا دیا جاتا ہے کہ لیجیو دوڑیو غضب ہو گیا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ٹوٹ گئی اور رسول پاکؐ کی جگہ ایک
اور شخص کو آخری نبی قرار دیدیا گیا! کاش ہمارے بھٹکے ہوئے
دوست چند منٹ تحمل اور صبر سے کام لیکر اور اپنے دل کی تختی کو
صاف کر کے اس بات پر غور کریں کہ نبوت کس چیز کا نام ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی نہر بند کی ہے اور کونسی نہر
کھولی ہے! اگر ہمارے ناظرین بھول گئے ہوں تو میں پھر اس بات کو

دہرا دیتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث اور تاریخ سے ثابت ہے نبوت تین قسم کی ہے:۔

(اول) تشریعی نبوت جس کے ساتھ کوئی نئی شریعت نازل ہوتی ہے اور نبوت میں ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰ کی نبوت تھی جن پر توراۃ کی شریعت نازل ہوئی ہے یا جس طرح ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تامہ کاملہ تھی جن پر قرآن مجید کی دائمی شریعت کا نزول ہوا۔ اس قسم کی نبوت تشریعی بھی ہوتی ہے اور مستقل بھی۔ تشریعی اس لئے کہ اس کے ساتھ نئی شریعت کا نزول ہوتا ہے اور مستقل اس لئے کہ وہ سابقہ نبی کی اتباع اور پیروی کے بغیر براہِ راست عطا کی جاتی ہے اور اسی لئے اس قسم کی نبوت بعض اوقات حقیقی نبوت کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔

(دوم) غیر تشریعی مستقل نبوت جس کے ساتھ کوئی نئی شریعت تو نازل نہیں ہوتی مگر ویسے وہ کسی سابقہ نبی کی پیروی کے بغیر براہِ راست خدا کی طرف سے ملتی ہے اور اسی لئے اس کا نام مستقل نبوت رکھا جاتا ہے کیونکہ ایسی نبوت کسی سابقہ نبوت کے سہارے پر قائم نہیں ہوتی بلکہ خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس جگہ مستقل کا لفظ عارضی کے مقابل پر نہیں ہے بلکہ آزاد کے معنی میں ہے۔ اس نبوت کی مثال ایسی ہے کہ جیسی کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت داؤد یا

حضرت سلیمانؑ یا حضرت یحییٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کی نبوت تھی۔ یہ بزرگ نبی بے شک موسوی شریعت کے تابع تھے لیکن انہیں حضرت موسیٰ کی پیروی کی برکت سے نبوت نہیں ملی تھی بلکہ آزاد طور پر مستقل حیثیت میں نبوت ملی تھی اور اس کے بعد وہ خدا کی طرف سے موسوی شریعت کی خدمت میں لگا دیئے گئے تھے۔

(سوم) غیر تشریعی غیر مستقل نبوت جو دوسرے لفظوں میں ظلّی نبوّت کہلاتی ہے۔ ایسی نبوت کسی سابق تشریعی نبی کی پیروی سے آزاد ہو کر براہِ راست ملتی ہے بلکہ وہ محض سابق نبی کی پیروی سے اور اسی کی شاگردی میں اور اسی کے فیض سے فیض پا کر ظلّی طور پر ملتی ہے۔ اور چونکہ ظلّ کے معنی عکس کے ہیں اس لئے ایسی نبوت گویا سابق نبی ہی کی نبوت کا حصہ ہوتی ہے نہ کہ کوئی علیحدہ چیز۔ نبوت کی یہ قسم جس کا حامل اُمتی نبی کہلاتا ہے صرف ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہوئی ہے کیوں کہ آپؐ سے پہلے کوئی نبی اس مقام کو نہیں پہنچا تھا اور نہ کسی شریعت کو ایسا کمال حاصل ہوا تھا کہ اس کی پیروی کسی شخص کو نبوت تک پہنچا سکتی۔

رسول پاکؐ بہرحال آخری نبی ہیں۔

اس تشریح سے جو ہم اس رسالہ میں بار بار کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ جہاں تک پہلی دو قسم کی نبوت کا سوال ہے (یعنی نبوتِ تشریعی اور نبوتِ مستقلہ) ان میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا بالکل ظاہر و عیاں ہے جس میں کسی شخص کو کلام نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہ بات مسلمہ

نر یقین ہے کہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جس نے آپؐ کی پیروی کی وساطت کے بغیر نبوت حاصل کی ہو۔ اور اِس لحاظ سے آپؐ بہر صورت آخری نبی ہیں باقی رہا تیسری قسم کی نبوت کا سوال (یعنی ظلی نبوت) سو ہر شخص تھوڑے سے غور کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اِس صورت میں بھی حقیقۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی رہتے ہیں کیوں کہ آپؐ کی پیروی میں اور آپؐ کے فیض سے نبوت پانے والا شخص آپؐ ہی کی شاخ اور آپؐ ہی کا حصہ ہے نہ کہ کوئی جُدا گانہ چیز۔ اس کا وجود تو محض ایک آئینہ ہے جس میں چودھویں رات کے چاند کی طرح سورج کے انوار منعکس ہو گئے ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پس اِس صورت میں بھی بہر حال آپؐ ہی کو آخری نبی کہا جائے گا نہ کہ اُس کو جو آپؐ ہی کے نور سے نور پا کر روشنی دے رہا ہے اور وہ ظل ہے نہ کہ اصل۔

اِس کی مثال اِس طرح بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک شخص نے ایک باغ لگایا اور اس میں طرح طرح کے درخت نصب کئے اور پھر اُس باغ کی تکمیل کے لئے اِس میں ایک آخری درخت جو سب سے اعلیٰ اور سب سے اشرف اور سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پھلدار تھا نصب کیا۔ لیکن ایک عرصہ کے بعد اس آخری درخت کی جڑوں میں سے اسی کی ایک اور شاخ پھوٹ آئی جو اُسی کا بچہ تھی۔ تو کیا اِس صورت میں اس شاخ کی وجہ سے اس درخت کا آخری ہونا باطل ہو جائے گا؟ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ اس شاخ کے باوجود اصل درخت ہی آخری درخت سمجھا جائے گا نہ کہ یہ شاخ جو اسی کا حصہ اور اُسی کے ساتھ پیوست ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہمارے مخالف اصحاب

تھوڑی سی توجہ دیکر اس چھوٹے سے نکتہ کو سمجھ لیں تو یہ سارا مسئلہ جو انہوں نے اپنی کج بحثی سے ایک گورکھ دھندا بنا رکھا ہے نصف النہار کی طرح روشن ہو کر ہمارے سامنے آجائے گا اور کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

آخری نبی اور آخری مسجد

مگر اس معاملہ میں بھی ہمیں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے اس حدیث کی ایسی تشریح فرمادی ہے جس کے بعد کسی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حدیث جس میں اِنی آخرا لانبیاء کے الفاظ آتے ہیں اپنی مکمل ترین اور صحیح ترین صورت میں صحیح مسلم میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنی آخرالانبیاء وإن مسجدی آخرالمساجد

(صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ)

"یعنی میں آخری نبی ہوں اور میری یہ (مدینہ والی) مسجد آخری مسجد ہے"۔

ہزاروں ہزار دُرود اور سلام ہمارے رسول پاک پر ہوں جس نے ہمارے لئے ہر تاریک کونے میں ایک شمعِ ہدایت آویزاں کر رکھی ہے اور ہر ٹھوکر لگانیوالے گڑھے میں سے ایک صاف رستہ گذار کر ہمیں گرنے سے محفوظ کرلیا ہے۔ اب یہی اِنّی آخرالانبیاء والی حدیث ہے جس کے متعلق بعض جلد باز اور کوتاہ نظر لوگ لغزش کھا سکتے ہیں کہ شاید ان الفاظ سے یہی مراد ہو کہ آپؐ کے بعد کسی صورت میں کسی قسم کا نبی بھی نہیں آسکتا خواہ وہ آپؐ کا خادم اور آپؐ کا حصہ ہی ہو تو آپؐ نے خود اُس امکانی ٹھوکر کے قریب ایک روشن شمع

نصب کرکے اپنی اُمت کو ہوشیار کر دیا کہ اِس جگہ اِنی آخر الانبیاء سے میری
مراد اِسی قسم کا آخری نبی ہے جس طرح کہ میری یہ (مدینہ والی) مسجد آخری مسجد
ہے۔ اگر اِن مسجدی آخر المساجد (یعنی میری یہ مسجد آخری مسجد ہے)۔
کے معنی یہ نہیں اور ہرگز نہیں کہ آئندہ دنیا میں کوئی اور مسجد بنے گی ہی نہیں
بلکہ جو مسجد بھی بنے گی وہ میری مسجد کے تابع اور اُس کی نقل اور اُس کی
ظِل ہو گی کیونکہ میری شریعت دائمی ہے اور اس کے بعد کوئی اور شریعت
نہیں تو لازماً اِنیّ آخر الانبیاء (مَیں آخری نبی ہوں) کے بھی یہی معنی ہیں
کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو مجھ سے آزاد رہ کر نبوت کا
انعام پائے بلکہ جو بھی ہوگا وہ میرا شاگرد اور تابع اور ظِل ہو گا۔ اللہ
اللہ! یہ کس شان کا کلام ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی
دُور بین نظر کس حد تک پہنچی ہے کہ اِنی آخر الانبیاء کے الفاظ
میں جس غلط فہمی کا امکانی خطرہ مخفی تھا اُسے بھانپ کر فوراً ان الفاظ
کے ذریعہ دُور فرمایا کہ میں اسی معنی میں آخری نبی ہوں جس معنی میں
کہ میری یہ مدینہ والی مسجد آخری مسجد ہے۔

دوستو اور عزیزو! خدا تمہاری آنکھیں کھولے سوچو اور غور کرو کہ
اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اسلامی ممالک میں لاکھوں
کروڑوں مسجدوں کے بننے کے باوجود اِن مسجدی آخر المساجد کا مفہوم
قائم رہتا ہے اور اس میں کوئی رخنہ نہیں پیدا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اُمت میں آپؐ کے کسی خادم اور شاگرد اور خوشہ چین کا آپؐ کی اتباع
اور غلامی میں آپؐ کا ظِل بن کر نبوت کا انعام پانا کس طرح اِنی آخر
الانبیاء (یعنی مَیں آخری نبی ہوں) کے منشاء کے خلاف قرار دیا جاسکتا ہے۔

تم مانو یا نہ مانو بات وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ہمارا آقا (فداہ نفسی) بہر حال آخری نبی ہے کیونکہ نبوت کی جو اقسام (یعنی تشریعی نبوت اور مستقل نبوت) آپ کے آخری نبی ہونے کے مفہوم کو باطل کر سکتی ہیں، ان کا رستہ بہر صورت بند ہے۔ اور اس کے مقابل پر جس قسم کی نبوت کا رستہ کھلا ہے۔ (یعنی ظلی نبوت) اس کی وجہ سے آپ کے آخری نبی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کاش دوسرے مسلمان اس نکتہ کو سمجھیں! اے کاش وہ سمجھیں!!

آخری کے معنی کامل کے بھی ہیں

علاوہ ازیں آخری کے معنی عربی میں ایسے شخص کے بھی ہوتے ہیں جو اپنے فن میں آخری حد کو یعنی کمال کو پہنچ گیا ہو۔ اس کی مثالیں عربی نظم و نثر میں کثرت کے ساتھ ملتی ہیں لیکن چونکہ ہم اپنی اس بحث کو جو پہلے ہی کافی لمبی ہو گئی ہے مزید طول نہیں دینا چاہتے اس جگہ صرف ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام سے اردو کی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ اُمید ہے ہمارے ناظرین جن میں غالباً اکثر اقبال کے کلام اور فلسفہ کے دلدادہ ہوں گے اس مثال سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیبِ دوش ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے

(بانگِ درا)

ظاہر ہے کہ اس جگہ آخری شاعر سے حقیقۃً آخری شاعر مراد نہیں۔ کیونکہ شاعری کا سلسلہ تو داغ کے بعد بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا بلکہ ہمارے ملک کے ادیب خود ڈاکٹر اقبال کو داغ سے بدرجہا بہتر شاعر خیال کرتے ہیں پس اس جگہ مراد صرف یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال کے

نزدیک پرانی شاعری کے میدان میں داغ فن شعر کی آخری حد یعنی کمال کو پہنچا ہوا شاعر تھا۔ اس لحاظ سے آخر الانبیاء کے یہ معنی ہوں گے کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے میدان میں کمالاتِ نبوت کی آخری حد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور یہ بھی اپنی جگہ بالکل صحیح اور بہت لطیف معنی ہیں۔

حدیث لوکان بعدی نبی لکان عمرؓ کی تشریح

تیسری احادیث جو ہمارے مخالفین کی طرف سے پیش کی جاتی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں کہ لوکان بعدی نبیؐ لکان عمرؓ۔ "یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا"۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپؐ نے صاف فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی شخص نبی بن سکتا تو عمر ضرور نبی بن جاتا۔ لیکن چونکہ عمرؓ نبی نہیں بنے اس لئے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ بالکل بند ہے۔ مگر غور کیا جائے تو یہ تشریح بھی تحقیق و تدقیق کی خوردبین کے نیچے درست ثابت نہیں ہوتی۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ حدیث لا نبی بعدی کی تشریح پیش کرتے ہوئے ہم نے بتایا تھا کہ عربی زبان میں لفظ بعد کے معنی ظرفِ مکانی کی صورت میں یہ بھی ہوتے ہیں کہ ایک چیز کو چھوڑ کر اس کی جگہ کسی دوسری چیز کو اختیار کر لیا جائے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ہ (سورۃ جاثیہ آیت) ۔ یعنی خدا اور اس کی آیات کو چھوڑ کر لوگ کس حدیث کو قبول کریں گے؟ بعد کے لفظ کا یہ محاورہ عربی زبان میں اسقدر عام اور معروف ہے کہ کسی مزید تشریح کا سوال نہیں اور حق یہ ہے کہ قرآن مجید کی شہادت کے

بعد کسی اور دلیل کی ضرورت بھی نہیں۔ بس اِس تشریح کے ماتحت حدیث لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمرُ کے یہ معنی بنتے ہیں کہ اگر مَیں نبی نہ بنتا تو میری جگہ عمرؓ نبی بن جاتا۔ اور یقیناً یہی معنی صحیح اور درست ہیں۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ ایک حدیث کی امکانی غلط فہمی کو دوسری حدیث کے ذریعہ دور فرمادیتے تھے۔ آپ نے دوسری جگہ یہی حدیث اِن الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ :۔

لو لم اُبعَثْ فیکم لبُعِثَ عمرُ۔ (ابن عدی بحوالہ کنوز الحقائق جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

"یعنی اے مسلمانو اگر مَیں تم میں مبعوث نہ ہوتا میری جگہ عمر مبعوث ہو جاتا۔"

اب اِن دونوں حدیثوں کو ملا کر دیکھو تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشریح فرمادی ہے کہ جہاں مَیں نے یہ کہا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا وہاں میری مراد یہ ہے کہ اگر مجھے چھوڑ کر کوئی اور شخص نبی بنتا تو عمرؓ بنتا۔

حضرت عمرؓ میں تشریعی نبوّت کا جوہر موجود تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں حکمت یہ ہے کہ ایک طرف تو آپؐ خود صاحب شریعت نبی تھے اور اپنے ساتھ ایک نیا الٰہی قانون لائے تھے اور دوسری طرف تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ میں بھی قانون سازی کا مادہ غیر معمولی طور پر زیادہ تھا اور نہ صرف ان کی اپنی خلافت کا سارا زمانہ اِس بات پر گواہ ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حضرت عمرؓ کے حالاتِ زندگی اِس بات کا واضح ثبوت پیش کرتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے مقنن تھے جن میں قانون سازی کا مادہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی معاملہ میں حضرت عمرؓ نے ایک رنگ میں مشورہ دیا اور دوسرے صحابہؓ نے دوسرے رنگ میں مشورہ دیا پھر جس طرح حضرت عمرؓ نے رائے دی تھی اسی کے مطابق کلام الٰہی نازل ہوا (دیکھو بخاری مسلم و زرقانی وغیرہ) پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر میری جگہ کوئی اور شخص نبی بنتا تو عمرؓ بنتا تو اس میں یقیناً حضرت عمرؓ کی اسی مخصوص اور نمایاں صفت کی طرف اشارہ تھا اور مطلب یہ تھا کہ چونکہ اس زمانہ میں نئے قانونِ شریعت کی ضرورت تھی اس لئے اگر میں نہ آتا تو میری جگہ عمر آجاتا۔ حضرت عمرؓ میں قانون سازی کا وصف اتنا نمایاں تھا کہ بڑے بڑے یورپین مورخوں نے بھی ان کی قابلیت اور کارناموں پر حیرت کا اظہار کیا ہے۔ پس نہ صرف آنحضرت ہیں کہ "اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو میری جگہ عمرؓ ہو جاتا" بلکہ حضرت عمرؓ کے اپنے حالاتِ زندگی بھی اس بات پر گواہ ہیں کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ یقیناً حضرت عمرؓ کے اس مخصوص وصف "قانون سازی" کی طرف تھا جس میں وہ دوسرے تمام صحابہؓ سے ممیز و ممتاز تھے۔

صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ کا مقام سب سے افضل تھا

ہماری اس تشریح کا مزید ثبوت یہ ہے کہ عام اوصاف کے لحاظ سے صحابہؓ میں بالاتفاق سب سے بڑا درجہ حضرت ابوبکرؓ کا مانا گیا ہے حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سب صحابہ میں افضل تھے

چنانچہ اس کے متعلق ایک حدیث اوپر درج کی جاچکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت میں سب سے افضل درجہ ابو بکرؓ کا ہے سوائے اس کے کہ بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے۔ تو پھر باوجود اس کے حضرت ابو بکرؓ کو ترک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر میرے **بعد** کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اس بات کی یقینی اور قطعی دلیل ہے کہ یہاں حضرت عمرؓ کے کسی ایسے وصف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس میں وہ جزوی فضیلت کے طور پر حضرت ابو بکرؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور وہ یہی قانون سازی کی صفت تھی جس کا ثبوت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دے چکے تھے اور ان کی خلافت کے ایام میں یہ صفت اور بھی زیادہ نمایاں ہو کر چمکی۔ پس جس طرح بھی دیکھا جائے اس حدیث کے صرف یہی معنی ثابت ہوتے ہیں کہ یہاں بعد کے لفظ سے زمانہ کے لحاظ سے بعد مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر مجھے چھوڑ کر نبوت کسی اور کو ملتی تو عمرؓ کو ملتی کیوں کہ اس میں ایک شارع نبی بننے کا جوہر موجود تھا۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے **بعد** مبعوث ہونے کا سوال نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **قائم مقامی** میں مبعوث ہونے کا سوال ہے اور اس پر مندرجہ ذیل چار قطعی دلیلیں گواہ ہیں جن کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا:۔

(۱) **بعد** کا لفظ عربی زبان میں کثرت کے ساتھ اس معنی میں آتا ہے کہ ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری چیز کو اختیار کیا جائے اور اس جگہ بھی **بعد** کے معنی یہی ہیں کہ اگر میری جگہ کوئی اور نبی ہوتا تو

عمرؓ ہوتا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خود اپنی دوسری حدیث بھی اسی تشریح کی تصدیق کرتی ہے کیوں کہ اِس دوسری حدیث میں صاف مذکور ہے کہ اگر مَیں مبعوث نہ ہوتا تو میری جگہ عمر ہوتا۔

(۳) حضرت عمرؓ کے حالاتِ زندگی سے ثابت ہے کہ اُن میں قانون سازی کا وصف بہت ممتاز اور نمایاں تھا اور چونکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاحبِ شریعت نبی تھے اس لئے اِس حدیث میں آپؐ کا یہی اشارہ تھا کہ چونکہ یہ شریعت کے نزول کا زمانہ ہے اس لئے اگر میں نہ مبعوث ہوتا تو میری جگہ عمر مبعوث ہوجاتا۔

(۴) نہ صرف اُمت کے اجماع سے بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشاد کے ماتحت بھی صحابہؓ کی مقدس جماعت میں بحیثیت مجموعی سب سے افضل درجہ حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔ پس اگر مطلق نبوت کا سوال ہوتا تو یقیناً اس کے حقدار حضرت ابوبکرؓ تھے نہ کہ حضرت عمرؓ۔ یہ اِس بات کا مزید ثبوت ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمرؓ کے ایک ایسے وصف کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جس میں وہ جزوی فضیلت کے رنگ میں حضرت ابوبکرؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔

حدیث اِنَّ النبوۃ قد انقطعت کی تشریح

میرا یہ مضمون چونکہ زیادہ لمبا ہوگیا ہے اس لئے بقیہ احادیث کے متعلق صرف مختصر اشاروں پر اکتفا کرنے کی کوشش کروں گا لیکن مَیں امید کرتا ہوں کہ اس وقت تک جو اصولی بحث اوپر گذر چکی ہے وہ انشاء اللہ ہر عقلمند اور صاف دل

انسان کے لئے کافی ہوگی کیونکہ اس اصولی بحث کی مدد سے اُن ساری حدیثوں کو حل کیا جا سکتا ہے جو اس مسئلہ کے متعلق ہمارے مخالفوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اوپر والی بحث میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی جو اصولی تشریح پیش کی گئی ہے اس میں خدا کے فضل سے ایک ایسی ماسٹر کی[1] یعنی عمومی کنجی آگئی ہے جس کے ذریعہ اس میدان کے ہر بند قفل کو کھولا جا سکتا ہے۔ پس میں آئندہ صرف مختصر اشارات پر اکتفا کر کے اپنے باقی ماندہ مضمون کو چند صفحوں میں ختم کرنے کی کوشش کروں گا وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

اب جاننا چاہیئے کہ اگلی حدیث جو اس مسئلہ کے تعلق میں ہمارے مخالف اصحاب کی طرف سے پیش کی جاتی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اِنّ الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ (یعنی اب رسالت اور نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور میرے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں آئے گا)۔ اس حدیث کو پیش کر کے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرما دیا ہے کہ اب نبوت کا سلسلہ بند ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں لیکن ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اس حدیث میں ہرگز کوئی نیا مضمون بیان نہیں کیا گیا بلکہ بعینہٖ وہی مضمون ہے جو سابقہ حدیثوں میں مختلف طور پر بیان کیا جا چکا ہے۔ پس جو تشریح حدیث لا نبی بعدی اور حدیث انی آخر الانبیاء وغیرہ کے متعلق اوپر پیش کی جا چکی ہے وہی یقیناً اس حدیث کے لئے بھی کافی وشافی ہے اور کسی مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں

---

[1] Master Key

دراصل اِس حدیث میں جو الرسالۃ اور النبوۃ کے الفاظ الف لام کی تخصیص کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں ان سے جیسا کہ رئیس المحدثین علامہ ابن حجر نے حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت تشریح کی ہے (دیکھو فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کی تشریعی نبوت مراد ہے نہ کہ عام نبوت۔ چنانچہ اس حدیث کے آخر میں آپؐ نے خود فلا رسول بعدی ولا نبیّ کے الفاظ بڑھا کر اِس بات کی طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ یہاں بھی میری مراد وہی ہے جو لا نبی بعدی والی حدیث میں بیان ہو چکی ہے۔ بہر حال اِس حدیث میں سابقہ حدیثوں سے زائد قطعاً کوئی بات نہیں بلکہ بعینہٖ وہی مضمون ہے جو حدیث لا نبی بعدی اور اِنّی آخر الانبیاء وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صرف تشریعی نبوت اور مستقل نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے نہ کہ ظلّی نبوت کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کا حصہ اور اسی کا عکس ہے نہ کہ کوئی غیر چیز۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا لطیف حوالہ

چنانچہ یہی وہ تشریح ہے جو اسلام کے چوٹی کے علماء اور صلحاء ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ مثلاً حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (وفات ۶۳۸ھ ہجری) فرماتے ہیں:-

اِنّ النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّما ھی النبوّۃ التشریع لا مقامھا

...... وھذا معنیٰ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ اے لا نبی بعدی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ مطبوعہ مصر)

"یعنی جہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے ساتھ نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا ہے وہاں صرف تشریعی نبوت مراد ہے جس کے لئے رسولِ پاکؐ کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ یہی اس حدیث کی تشریح ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب رسالت اور نبوت ختم ہوگئی ہے اور میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں۔ اس سے آپؐ کی مراد صرف یہ تھی کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کے خلاف کوئی اور شریعت لیکر مبعوث ہو۔ بلکہ جب بھی کوئی آئے گا تو میری ہی شریعت کے ماتحت ہوگا۔"

اب دیکھو کہ یہ حوالہ کتنا واضح اور کتنا صاف ہے اور پھر یہ حوالہ آج کا نہیں بلکہ آج سے سات سَو سال پہلے کا ہے اور ہے بھی اُس شخص کا جو اسلام میں گویا ایک امام کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اگر اس حوالہ کے متعلق کسی شخص کے دل میں اس قسم کا شبہ پیدا ہو جو حضرت مُلا علی قاری اور حضرت امام شعرانی کے حوالوں کے متعلق اوپر کے صفحات میں بیان کیا گیا ہے تو وہ حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا اور حدیث

لا نبی بعدی کی بحث کے ضمن میں میرا اصولی نوٹ جو اسی اشتہار کے اعتراض کے جواب میں لکھا گیا ہے دوبارہ ملاحظہ کرے اور اگر پھر بھی اس کا شبہ باقی رہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے وانک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء۔

حدیث مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کی تشریح

اس کے بعد میں اس حدیث کو لیتا ہوں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِنَّ مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجلٍ بنی بیتاً فاحسنہٗ واجملہٗ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلاّ وضعت ھٰذہ اللبنۃ فقال انا اللبنۃ وانا خاتم النّبیّن۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس میں ہر طرح کی خوبصورتی کا خیال رکھا اور اُسے اچھی طرح سجایا مگر اس کے ایک کونہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی۔ لوگ اس مکان کے اردگرد گھومتے تھے اور اسے دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی رہ گئی ہے؟ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث کو پیش کرکے ہمارے مخالفین کہا کرتے ہیں کہ دیکھو نبوت کی عمارت میں صرف ایک اینٹ کی کمی رہ گئی تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے پوری کردی پھر اس کے بعد کس چیز کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ ہمارے بھٹکے ہوئے بھائیوں نے ہماری مخالفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان کو بھی بھلا رکھا ہے اور اس حدیث

کی غلط تشریح کر کے آپ کے درجہ کو گھٹا رہے ہیں حالانکہ جو مثال اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقام بیان کرنا ہرگز مقصود نہیں بلکہ صرف شریعت کی تکمیل کی طرف اشارہ کرنا اصل غرض ہے۔ اور حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ دنیا میں کئی صاحب شریعت نبی آئے اور ہر نئی شریعت کے نازل ہونے سے گویا نبوت کی عمارت میں ایک مزید اینٹ لگتی گئی حتیٰ کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے آخری اینٹ لگ کر شریعت کی عمارت مکمل ہوگئی اور اسلامی شریعت نے نہ صرف سابقہ شریعتوں کی مستقل صداقتوں کو اپنے اندر لے لیا بلکہ مزید مستقل ارشادات کو بھی شامل کر کے تشریعی ہدایات کی ایک دائمی اور عالمگیر عمارت کھڑی کر دی۔

اس حدیث میں صرف تکمیل شریعت کا ذکر ہے

پس اس حدیث میں شریعت کی تکمیل کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا اور مسئلہ نبوت کے دوسرے پہلوؤں سے اسے ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ نقطہ نظر ہے جو اس حدیث کے متعلق اسلام کے گذشتہ علماء لیتے رہے ہیں چنانچہ علامہ ابن حجر (وفات ۸۵۲ھ ہجری۔) جنہوں نے صحیح بخاری کی مشہور شرح فتح الباری لکھی ہے اور حدیث کے علم میں امام کا درجہ رکھتے ہیں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

المراد هنا النظر الى الاكمل بالنسبة الى الشريعة المحمدية مع ما مضى من الشرائع الكاملة۔

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۶۱)

"یعنی اس جگہ صرف اس بات کا اظہار کرنا مقصود ہے کہ گو سابقہ

شریعتیں اپنے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے کامل ہوں
لیکن شریعت محمدیہ نے خدائی شریعت کو دائمی صورت میں اکمل
وتکمیل کر دیا ہے"

رسولِ پاکؐ سلسلۂ نبوّت کا مرکزی نقطہ تھے۔

پس حق یہی ہے کہ اس حدیث میں صرف شریعت کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے ورنہ اگر اس مثال کو عام سمجھا جائے تو اس میں نعوذ باللہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک لازم آتی ہے کہ گویا نعوذ باللہ من ذلک نبوت کی وسیع عمارت میں آپؐ کا مقام صرف ایک اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حالانکہ آپؐ فرماتے ہیں کہ کنت نبیًا و ادم منجدل بین الماء والطین۔ "یعنی میں نبوت کا مرکزی نقطہ ہوں اور اُس وقت سے نبی ہوں جب کہ اس دنیا کا پہلا نبی یعنی آدم ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا" اس لطیف حدیث میں یہ اشارہ کرنا مقصود تھا کہ خدا نے تمام دوسرے نبیوں کو آپؐ ہی کی نبوت کا زمانہ کی تیاری کے لئے پیدا کیا تھا۔ کیونکہ آپؐ سلسلۂ رسالت کا مرکزی نقطہ تھے۔ اور آپؐ کے ذریعہ خدائی شریعت نے اپنے کمال کو پہنچنا تھا۔ ایسی ارفع اور اشرف اور اکمل ہستی کے لئے جو سیدؐ وُلدِ آدم لولاک لما خلقتُ الافلاک کی مصداق ہے یہ خیال کرنا کہ آپؐ مقام نبوت کے لحاظ سے نبوت کی وسیع عمارت میں صرف ایک اینٹ کی حیثیت رکھتے تھے حدیث زیر نظر کی ایک بالکل باطل اور مردود تشریح ہے جسے کوئی باغیرت مسلمان قبول نہیں کر سکتا اور حق یہی ہے کہ اس حدیث میں صرف شریعت کی تکمیل کا ذکر کرنا مقصود تھا۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

تشریعی نبیوں کے دلچسپ یونٹ

آجکل کی سیاسی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں ہر شریعت لانے والے نبی کو ایک علیٰحدہ یونٹ یعنی اکائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر صاحب شریعت نبیوں کو مختلف یونٹ قرار دے کر آپ کے وجود مبارک کو ان یونٹوں میں سے ایک یونٹ فرض کیا جائے تو آپ کی مثال اس اینٹ کی ہے جو آخر میں آکر اپنے موقع پر لگ گئی اور شریعت کی عمارت کو ہمیشہ کے لئے مکمل کر دیا۔ یہی اشارہ اس حدیث کے ان الفاظ میں ہے کہ ھلا وُضِعَت ھٰذہ اللبنۃُ (یعنی یہ کونے کی اینٹ ابھی تک کیوں نہیں لگی تا یہ عمارت مکمل ہو) جس کا یہ مطلب ہے کہ فطرتِ انسانی اس بات کو محسوس کر رہی تھی اور اس کا تقاضا کر رہی تھی کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ دنیا کے لئے ایک عالمگیر اور دائمی شریعت نازل کر کے شریعت کی عمارت کو مکمل کر دیا جائے۔ ورنہ اگر محض نبوت کا سوال ہوتا تو اس جگہ اس فطری طلب اور فطری تقاضا کے ذکر کا کوئی موقع نہیں تھا۔ پس حق یہی ہے کہ اس لطیف حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت لانے والے نبیوں میں سے ایک یونٹ کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور جیسا کہ ہر واقف کار شخص جانتا ہے۔ یونٹ کی گنتی میں سب چیزوں کا شمار برابر ہوتا ہے اور چھوٹی بڑی چیز میں کوئی امتیاز مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ اس مثال سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یونٹ کے لحاظ سے لازماً صرف تشریعی اور مستقل نبیوں کو ہی شمار کرنا ہوگا اور کسی ظلی اور امتی نبی کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ایک امتی نبی کی حیثیت ایک

شاخ کی ہوتی ہے نہ کہ ایک علٰحدہ مستقل درخت کی۔

علاوہ ازیں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اِس حدیث کے آخر میں انا خاتم النّبیّین کے پُرحکمت الفاظ فرما کر ساری بحث کا فیصلہ کر دیا ہے اور اِن الفاظ میں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ اس حدیث کے کوئی ایسے معنی نہ سمجھ لینا جو قرآنی آیت خاتم النبیّین کے خلاف ہوں کیوں کہ اگر میں الانبیاء من قبلی (یعنی اپنے سے پہلے نبیوں) کے لحاظ سے تشریعی نبوت کی آخری اینٹ ہوں تو خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے میں آئندہ نظام کی خشتِ اول بھی ہوں اور اب قیامت تک صرف میری ہی مُہر اور میرا ہی سکہ چلنے والا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جیسا کہ اِس حدیث کے حکیمانہ الفاظ سے ظاہر ہے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ نبوت کی طرف اشارہ کرنا ہرگز مقصود نہیں بلکہ صرف ایک یونٹ یعنی اکائی کی حیثیت میں آپؐ کی تشریعی نبوت کی طرف اشارہ کرنا اصل مقصد ہے اور غرض یہ ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں فطرتِ انسانی دنیا کے حالات کے ماتحت ایک عالم گیر اور دائمی شریعت کا تقاضا کر رہی تھی اور اس فطری تقاضا کو آپؐ کی لائی ہوئی شریعت نے ہمیشہ کے لئے پورا کر دیا۔ یہی وہ تشریح ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان اور قرآنی شریعت کے عالی مقام کے مطابق درست بیٹھتی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ایک وسیع عمارت میں آپؐ کی حیثیت ایک اینٹ سے زیادہ نہیں۔

حدیث ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ کی تشریح

اب میں منفی قسم کی حدیثوں میں سے

آخری حدیث کو لیتا ہوں جس میں حقیقتہً تو ہمارے عقیدہ کے خلاف کوئی بات نہیں لیکن نادان لوگ اِسے حسبِ عادت استہزاء کا آلہ بنا لیا کرتے ہیں۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سیکون فی اُمتی ثلاثون کذابون (وفی روایۃ ثلاثون دجالون) کلّھم یزعم انّہٗ نبیٌّ واَنَا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ "یعنی عنقریب میری اُمت میں تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور مَیں تو خاتم النبیین ہوں میرے بعد (یعنی میرے مقابل پر) کوئی نبی نہیں۔" اس حدیث کو پیش کر کے ہمارے مخالف مولوی صاحبان شور مچایا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعیٔ نبوت دجال اور کذاب ہے اور نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دے کر بزعم خود طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں لیکن جیسا کہ ابھی ظاہر ہو جائے گا یہ اعتراض جہالت کا ایک سطحی اُبال ہے جو محض جلد بازی اور کوتاہ نظری سے جنم لیکر پیدا ہوا ہے ورنہ اسے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اِس کے متعلق سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں اَنَا خاتم النبیّٖن اور لا نبی بعدی کے الفاظ استعمال کر کے صریح اشارہ فرما دیا ہے۔ اس جگہ صرف ایسے مدعیانِ نبوت مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے کر اور آپؐ کے دَورِ نبوت کو کاٹ کر کسی نئے دین اور نئی شریعت کے لانے کے مدعی ہوں۔ پس مقدس بانی سلسلہ

احمدیہ کا معاملہ بہر صورت اِس حدیث کے نیچے نہیں آ سکتا۔

دوسری بات یہ قابلِ توجہ ہے کہ اِس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا ہے کہ میری امت میں تیس دجال کذاب پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال اور کذاب ہو گا۔ اِن دونو باتوں میں بہت بھاری فرق ہے اور کوئی عقل مند انسان انہیں ایک نہیں قرار دے سکتا۔ کیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میری اُمت میں تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے آپؐ یہ مختصر سی بات نہیں فرما سکتے تھے کہ میری اُمت میں جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال اور کذاب ہے؟ ہائے افسوس کہ عقلوں پر کیسے پردے پڑ چکے ہیں کہ ایک صاف اور سیدھی سی بات سے بالکل الٹا نتیجہ نکالا جا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہیں کہ میری اُمت میں تیس جھُوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے لیکن اِن الفاظ پر ملمع سازی کر کے رنگ یہ دیا جا رہا ہے کہ گویا آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور دجال ہے۔ اِس دیدہ دلیری پر تو حدیث کے صریح الفاظ کو دیکھتے بھالتے ہوئے کی جا رہی ہے اِس کے سوا کیا کہا جائے کہ:-

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

عدد کی حد بندی میں لطیف حکمت

علاوہ ازیں اِس حدیث میں جو تیس۳۰ کا عدد بیان ہوا ہے وہ بھی اِس بات پر گواہ ہے کہ یہاں جھُوٹے نبیوں کی تعداد کی

تعیین اور حد بندی کرنا اصل مقصد ہے نہ کہ یہ بتانا کہ جو بھی آئے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس تعداد کے ذکر میں یہ مخفی اشارہ بھی ہے کہ دیکھنا سارے مدعیوں کو رد نہ کر بیٹھنا بلکہ بعض مدعی سچے بھی ہوں گے۔ بھائیو غور کرو اور سوچو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی منشاء ہوتا کہ آپؐ کے بعد ہر مدعی نبوت جھوٹا ہے تو آپؐ ہرگز تیس ۳۰ کی حد بندی نہ فرماتے بلکہ صاف ارشاد فرماتے کہ میرے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ صرف یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد تیس جھوٹے مدعی پیدا ہوں گے۔ جس میں یہ صاف اشارہ ہے کہ ان کذابوں کو چھوڑ کر بعض مدعی سچے بھی ہوں گے۔ یہ بعینہٖ وہی صورت ہے جو سنن ابو داؤد کی اس حدیث میں بیان ہوئی ہے جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔ اس حدیث میں ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

لیس بینی وبینہٗ نبیٌّ وانہٗ نازلٌ۔

(ابو داؤد کتاب الملاحم)

"یعنی میرے اور آنے والے مسیح کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔"

یہ لطیف حدیث کس وضاحت اور کس فصاحت کے ساتھ ثلاثون دجالون (تیس دجال) والی حدیث کی تشریح کر کے بتا رہی ہے کہ بے شک اُمتِ محمدیہ میں تیس جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ لیکن ایک سچا نبی بھی ہوگا اور وہ وہی ہے جو آخری زمانہ میں مثیل مسیح بنکر آئے گا۔ گویا ان دو حدیثوں کے ذریعہ یہ بتانا مقصود تھا کہ

مسیح موعود سے پہلے تو کئی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن پھر جھوٹے مدعیوں کی صف لپیٹ دی جائے گی اور سچے مدعی کی آمد کا ڈنکا بجنے لگے گا۔

تیس کذابوں کی گنتی پوری ہو چکی ہے

چنانچہ تاریخ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ان تیس جھوٹے نبیوں کی تعداد حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی بعثت سے پہلے پوری ہو چکی تھی۔ مثلاً علامہ قسطلانی اپنی مشہور کتاب مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں:۔

قال القاضی عیاض ھٰذا الحدیث قد ظھر صدقہٗ فلو عُدّ من تنبّأ من زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم الی الآن ممن اشتھر بذلک لوجد ھٰذا العدد ومن طالع کتب التاریخ عرف صحۃ ھٰذا۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

"یعنی قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صداقت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک معروف جھوٹے مدعیان نبوت کی گنتی کی جائے تو یہ عدد پورا ہو جاتا ہے اور جو شخص کتب تاریخ کا مطالعہ کرے گا اس پر اس قول کی صحت ظاہر ہو جائے گی۔"

حضرت مسیح موعودؑ کا اعلانِ حق

اسی قسم کی شہادت اکمال الاکمال شرح مسلم اور حجج الکرامۃ

تعیین اور حد بندی کرنا اصل مقصد ہے نہ کہ یہ بتانا کہ جو بھی آئے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو اِس تعداد کے ذکر میں یہ مخفی اشارہ بھی ہے کہ دیکھنا سارے مدعیوں کو رد نہ کر بیٹھنا بلکہ بعض مدعی سچے بھی ہوں گے۔ بھائیو غور کرو اور سوچو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی منشا ہوتا کہ آپؐ کے بعد ہر مدعی نبوت جھوٹا ہے تو آپؐ ہرگز تیس ۳۰ کی حد بندی نہ فرماتے بلکہ صاف ارشاد فرماتے کہ میرے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ صرف یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد تیس جھوٹے مدعی پیدا ہوں گے۔ جس میں یہ صاف اشارہ ہے کہ ان کذابوں کو چھوڑ کر بعض مدعی سچے بھی ہوں گے۔ یہ بعینہٖ وہی صورت ہے جو سُنن ابو داؤد کی اس حدیث میں بیان ہوئی ہے جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔ اس حدیث میں ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

لیس بینی وبینہٗ نبیٌّ وانہٗ نازلٌ۔

(ابو داؤد کتاب الملاحم)

"یعنی میرے اور آنے والے مسیح کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوگا"

یہ لطیف حدیث کس وضاحت اور کس فصاحت کے ساتھ ثلاثون دجالون (تیس دجال) والی حدیث کی تشریح کرکے بتا رہی ہے کہ بے شک اُمتِ محمدیہ میں تیس جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ لیکن ایک سچا نبی بھی ہوگا اور وہ وہی ہے جو آخری زمانہ میں مثیل مسیح بنکر آئے گا۔ گویا اِن دو حدیثوں کے ذریعہ یہ بتانا مقصود تھا کہ

مسیح موعود سے پہلے تو کئی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوتے رہیں گے. لیکن پھر جھوٹے مدعیوں کی صف لپیٹ دی جائے گی اور سچے مدعی کی آمد کا ڈنکا بجنے لگے گا.

تیس کذابوں کی گنتی پوری ہو چکی ہے

چنانچہ تاریخ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ان تیس جھوٹے نبیوں کی تعداد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت سے پہلے پوری ہو چکی تھی. مثلاً علامہ قسطلانی اپنی مشہور کتاب مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں :۔

قال القاضی عیاض هٰذا الحدیث قد ظهر صدقه فلو عُدّ من تنبّأ من زمن النبي صلى الله عليه وسلّم الى الآن ممن اشتهر بذلك لوجد هٰذا العدد ومن طالع كتب التاريخ عرف صحة هٰذا۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

"یعنی قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صداقت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک معروف جھوٹے مدعیان نبوت کی گنتی کی جائے تو یہ عدد پورا ہو جاتا ہے اور جو شخص کتب تاریخ کا مطالعہ کرے گا اس پر اس قول کی صحت ظاہر ہو جائے گی."

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعلانِ حق

اسی قسم کی شہادت اکمال الاکمال شرح مسلم اور حجج الکرامۃ

مشتملہ نواب صدیق حسن خاں صاحب سرگروہ اہل حدیث میں بھی درج ہے لیکن جب بار بار سمجھانے کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف مولوی صاحبان یہی شور مچاتے چلے گئے کہ نعوذ باللہ آپؑ ان تیس دجالوں میں جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی تو بالآخر آپؑ نے ایمانی غیرت اور مومنانہ جلال کے ساتھ فرمایا کہ:۔

"بعض نیم ملا میرے پر اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خوش خبری دے رکھی ہے کہ تم میں تیس دجال آئیں گے اور ہر ایک اُن میں سے نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اے نادانو! بدنصیبو! کیا تمہاری قسمت میں تیس دجال ہی لکھے ہوئے تھے (اور کوئی سچا مصلح تمہارے لئے مقدر نہیں تھا۔) چودھویں صدی کا خمس بھی گذرنے پر ہے اور خلافت کے چاند نے اپنے کمال کی چودہ منزلیں پوری کر لیں جس کی طرف آیت والقمر قدرنٰہ منازل بھی اشارہ کرتی ہے اور دُنیا ختم ہونے لگی مگر تم لوگوں کے دجال ابھی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ شاید وہ تمہاری موت تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اے نادانو! وہ دجال جو شیطان کہلاتا ہے وہ خود تمہارے اندر ہے۔ اس لئے تم وقت کو نہیں پہچانتے آسمانی نشانوں کو نہیں دیکھتے۔ مگر تم پر کیا افسوس کہ وہ عیسیٰ کی طرح موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔

اُس کا نام بھی خبیث یہودیوں نے دجال ہی رکھا تھا۔
فالقلوبُ تشابھت اللّٰھم ارحم"۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۷)

اللہ اللہ! یہ کس سوز اور کس درد کا کلام ہے۔ گویا اپنی قوم کی محرومی پر برسوں کا دبا ہوا جذبہ پھُوٹ کر باہر آگیا ہے۔ مگر افسوس کہ مذاق اُڑانے والے پھر بھی سنجیدہ نہ ہوئے۔ نہ ماننے والے پھر بھی نہ مانے۔ سونے والے پھر بھی نہ جاگے۔ اور قوم کی کشتی ایک بھنور سے نکل کر دوسرے بھنور میں پھنستی چلی گئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ تیس دجالوں والی حدیث میں صرف یہ خبر دی گئی تھی کہ تیس جھوٹے مدعی پیدا ہوں گے نہ یہ کہ کوئی سچا پیدا ہی نہیں ہوگا اور ہم ثابت کرچکے ہیں کہ یہ تیس کذاب اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہو کر پورے ہوچکے ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیشگوئی کے مطابق وہ ربانی مصلح بھی آچکا جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا تھا کہ لیس بینی و بینہ نبیٌ (یعنی میرے اور آنے والے مسیح کے درمیان کوئی اور نبی نہیں) تو اب اگر اس کے بعد بھی ہمارے بھائیوں کو اپنی قوم میں مزید دجالوں کا ہی انتظار رہے تو ان کے متعلق اس کے سوا کیا کہا جائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ:۔

امروز قوم من نہ شناسد مقامِ من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

اب خدا کے فضل و کرم سے اور اسی کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ یہ خاکسار

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق حدیثوں کی بحث ختم کر چکا ہے اور یہ ایک حسن اتفاق ہے کہ اس بحث میں چھ حدیثیں مثبت قسم کی ہیں اور چھ ہی منفی قسم کی ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان بارہ حدیثوں پر جو تبصرہ اوپر کی بحث میں کیا گیا ہے وہ خدا کے فضل سے ایک صاف دل انسان کی تسلی کے لئے بہت کافی و شافی ہے بلکہ اس بحث کے دوران میں ایسی اصولی باتیں آگئی ہیں جن سے ہر سمجھدار شخص ان زائد حدیثوں کے مطالب بھی آسانی کے ساتھ حل کر سکتا ہے جن کا مضمون ان حدیثوں سے ملتا جلتا ہے مگر وہ اختصار کے خیال سے اس تبصرہ میں شامل نہیں کی گئیں اور قرآن مجید کی فرقانی ہدایت جو سب سے بالا اور سب پر حاکم ہے مزید براں ہے۔ لیکن جس طرح سورج کی روشنی آنکھوں کے نور کے بغیر بے سُود ہے اسی طرح قرآن و حدیث کی روشنی بھی صرف اُسی شخص کے کام آسکتی ہے جو اپنے دل میں پاک نیت اور تلاشِ حق کا نور رکھتا ہو۔ پس قبل اس کے کہ میں اس مضمون کے اگلے حصہ کو شروع کروں میں اپنے ناظرین سے پھر دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ تقویٰ اللہ کو مدِنظر رکھ کر اور سچائی کے طالب بن کر (خواہ یہ سچائی اُن کے موجودہ عقیدہ کے مطابق ہو یا کہ اس کے خلاف) قرآن و حدیث کے دلائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کیونکہ ایمانیات کا سوال بہت نازک ہوتا ہے اور اس میں ذرا سی ٹھوکر انسان کو خدا کی ناراضگی کا نشانہ بنا دیتی ہے۔ پس عزیزو اور دوستو! یہ مت خیال کرو کہ تمہارے موجودہ عقائد کیا ہیں یا تم نے اپنے باپ دادوں سے کیا سُنا ہے

یا تمہارے مولوی کیا کہتے ہیں بلکہ اس بات کی طرف دیکھو کہ قرآن کیا ارشاد فرماتا ہے، حدیث کیا فتویٰ دیتی ہے اور تمہارا نورِ قلب کیا ہدایت مہیا کرتا ہے۔ اور ہمارے دلوں کا حال تو خدا جانتا ہے کہ اخلاص اور محبت اور اشاعتِ حق کے جذبہ کے سوا ہمیں کوئی اور خیال نہیں۔ ہمارے امامؑ نے پہلے سے فرما رکھا ہے کہ :-

ہیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

اقوالِ بزرگان کی رُو سے مسئلہ ختمِ نبوت کا حل

ان اقوال کے پیش کرنے میں دوہری غرض

احادیث کی بحث ختم کرنے کے بعد اب نہایت اختصار کے ساتھ بعض گذشتہ بزرگوں کے ایسے اقوال پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں انہوں نے مسئلہ نبوت کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جو آج جماعت احمدیہ کی طرف سے ظاہر کئے جا رہے ہیں۔ میں یہ اقوال اس غرض سے نہیں پیش کر رہا ہوں کہ ہمارے لئے یا ہمارے مخالفوں کے لئے ان بزرگوں کا ہر قول قابل حجت ہے (کیونکہ یہ مقام صرف خدا اور اس کے رسول کو حاصل ہے اور ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں) بلکہ میں یہ حوالے صرف اس بات کے ثبوت کے لئے پیش کر رہا ہوں کہ ہم نے اس بحث میں کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ کم و بیش وہی بات کہی ہے جو ہم سے پہلے گذرے ہوئے صلحائے امت اور بزرگان کرام مختلف زمانوں میں کہتے چلے آئے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ گو جیسا کہ قدیم سے سنت ہے ایک زمانہ کے بعد میری امت کے خیالات اور اعمال میں بھی فساد رونما ہو جائے گا۔ مگر میری امت کبھی بھی ساری کی ساری خراب نہیں ہو گی اور اس کا ایک نہ ایک حصہ ضرور

حق و صداقت پر قائم رہے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تھا کہ :۔
لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق لا یضرھم من خالفھم حتیٰ یاتی امر اللہ (ابو داؤد کتاب الفتن)

"یعنی میری امت کا ایک نہ ایک حصہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور اُن کے مخالف خیال لوگ ان کی کمزوری کے زمانہ میں بھی انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کی کامیابی کا پورا پورا رستہ کھول دے گا"۔ پس ذیل میں بعض گذشتہ بزرگوں کے اقوال پیش کرنے میں خاکسار راقم الحروف کی یہی دُہری غرض ہے کہ :۔

(۱) ختم نبوت کے عقیدہ کے متعلق اسلام کے بہت سے ممتاز بزرگ ہر زمانہ میں کم و بیش انہی خیالات کا اظہار کرتے آئے ہیں جو موجودہ زمانہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں اس لئے جماعت احمدیہ کو ان خیالات کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا ورنہ ان بزرگوں کے متعلق کیا کہا جائے گا جو ہم سے پہلے انہی قسم کے خیالات ظاہر فرما چکے ہیں؟

(۲) ان عقائد کی موجودگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس مخصوص مسئلہ میں بھی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مبارک ارشاد پورا ہوا ہے کہ میری اُمت کا ایک نہ ایک حصہ ہر زمانہ میں حق پر قائم رہے گا اور یہ خدا کے فضل و رحمت سے موجودہ زمانہ میں جماعت احمدیہ ہی اس بشارت کی مصداق ہے کہ لا یضرھم

من خالفهم حتی یاتی امر اللہ - یعنی درمیانی ابتلاؤں اور امتحانوں کے باوجود آخری کامیابی اُسی کے لئے مقدر ہے۔

مسئلہ نبوت میں کب اور کس طرح غلط فہمی پیدا ہوئی؟

انفرادی حوالے پیش کرنے سے قبل ایک اور سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق عام مسلمانوں میں کب اور کس طرح غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ سو اس سوال کے جواب میں اچھی طرح توجہ دے کر سمجھ لینا چاہیئے کہ جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ رسالت کا مرکزی نقطہ ہیں۔ چنانچہ آپؐ خود فرمایا کرتے تھے کہ کنت نبیًا و آدم منجدلٌ بین الما والطین "یعنی میں اس وقت سے نبی ہوں کہ ابھی دنیا کا سب سے پہلا انسان (یعنی آدم) پیدا بھی نہیں ہوا تھا" اس پر حکمت کلام سے یہی مراد تھی کہ خدائے تعالیٰ نے یہ تمام سلسلۂ نبوت ورسالت اس غرض سے چلایا تھا ... میں چلایا تھا کہ اسے بالآخر آپؐ کی نبوت تامہ کاملہ میں اوجِ کمال تک پہنچایا جائے۔ اسی طرح روایت آتی ہے کہ آپ سے خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا لولاک لما خلقت الافلاک "یعنی اے محمدؐ اگر تو نہ ہوتا تو میں یہ زمین وآسمان بھی پیدا نہ کرتا" جس کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ نہ صرف سلسلہ نبوت کے بلکہ عالم روحانی کے ہی مقصد ومنتہا تھے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے بار بار یہ اعلان فرمایا کہ۔ انا سید ولد آدم ولا فخر وانا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر۔

"یعنی میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں مگر میں اس کی وجہ سے فخر نہیں کرتا اور میں اولین و آخرین میں سے خدا کے حضور سب سے افضل ہوں مگر میں اس کی وجہ سے فخر نہیں کرتا"۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کو وہ دائمی اور عالمگیر شریعت دی گئی جو سب شریعتوں سے افضل ہے اور اس کی بعد قیامت تک کوئی اور شریعت نہیں۔

تو جب آپؐ کا یہ ارفع مقام ہے اور آپؐ کی شریعت کی یہ بے نظیر شان ہے تو ضروری تھا کہ آپؐ اپنے اس خداداد منصب کی تبلیغ و تلقین کے لئے اس قسم کے خاص امتیازی الفاظ استعمال فرماتے تا دنیا پر ظاہر ہو کہ سلسلۂ رسالت کی سب پچھلی تاریں آپؐ میں پہنچ کر ختم ہو گئی ہیں اور سب اگلی تاریں آئندہ آپؐ کے وجود میں سے ہو کر نکلیں گی۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی نبوت کے متعلق جتنے بھی اعلانات فرمائے وہ سب کے سب بلا استثناء اسی نقطہ کے ارد گرد گھومتے ہیں کہ عالمِ روحانیت میں مرکزی وجود آپؐ کا ہے گذشتہ سب کمال آپؐ میں جذب ہو کر ختم ہوئے اور آئندہ ہر نور آپؐ میں سے ہو کر نکلنے والا ہے۔ اس کی مثال بجلی کے ایک زبردست ٹرانسفارمر کی سی سمجھنی چاہیئے جس میں ایک طرف سے بجلی کی ایک رَو آکر داخل ہوتی ہے۔ اور پھر دوسری طرف سے وہ ایک نیا رنگ اختیار کر کے اور گویا نئی بجلی بنکر باہر نکلتی ہے۔

رسول پاکؐ کے مقام کے متعلق غلط فہمی

آپؐ کے اس عدیم المثال اور عجیب و غریب مقام

کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے قرآن مجید نے تو خاتم النبیین کی جامع اور مانع اصطلاح استعمال فرمائی ہے مگر حدیث نے حسب موقع مختلف قسم کے کلمات اور استعارات سے کام لیکر اس نادرالوجود حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں، اور کبھی یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور کبھی یہ فرمایا ہے کہ مجھ پر نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہے، اور کبھی یہ فرمایا ہے کہ میں نبوت کے محل کی آخری اینٹ ہوں وغیرہ وغیرہ۔ حقیقتہً یہ سارے کلمات ایک ہی مفہوم کے حامل اور ایک ہی حقیقت کے مظہر تھے اور یہ حقیقت وہی تھی جو قرآن مجید نے ایک جامع لفظ خاتم النبیین میں بیان فرمادی تھی اور اس کا مطلب یہی تھا کہ آپؐ عالم روحانیت کا مرکزی نقطہ ہیں۔ گذشتہ ہر تار آپؐ میں آکر ختم ہوگئی اور آئندہ ہر تار آپؐ میں سے ہو کر نئی صورت میں نکلے گا۔

صحابہ اکرامؓ کی مقدس جماعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست تربیت کے نیچے تھی وہ تو فی الجملہ اس نادر حقیقت اور اس روحانی فلسفہ کو اچھی طرح جانتی ہے اور سمجھتی تھی اور انہیں اس معاملہ میں کوئی غلط فہمی نہیں تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے دور افتادہ حصوں اور بیرونی ملکوں کے لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا زمانہ آیا تو نئے مسلمان ہونے والوں میں سے ایک حصہ نے رسول پاکؐ کے ان اعلانوں اور ان اصطلاحوں کی اصل حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے ان کی تشریح میں اپنے اپنے طور پر خیال آرائی شروع کردی۔ یہ نو مسلم لوگ جو صحابہ رضؓ

کے بعد آنے والا نبی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پُرحکمت الفاظ لا نبی بعدی اور انی آخر الانبیاء وغیرہ سنتے تھے اور ان میں سے بعض اس سوچ میں پڑ جاتے تھے کہ ان الفاظ کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ابھی تک اس گہرے روحانی فلسفہ کی بنیادی حقیقت سے ناآشنا تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن معنوں میں اپنے آپ کو اگلی اور پچھلی تاروں کے اتصال کا مرکز قرار دیا ہے۔ اور چونکہ اسلامی تعلیم کا مرکزی نقطہ یہ کلمہ طیبہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کلمہ میں ختم نبوت کا کوئی ذکر نہیں اور جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ ارکان اسلام بیان فرمائے ہیں اس میں بھی ختم نبوت کا کوئی ذکر نہیں اس لئے وہ اس بحث کو ایک زائد علمی مسئلہ سمجھ کر خاموش ہو جاتے تھے

اسلام کی ظاہری حد بندی کے متعلق ایک ضمنی نوٹ

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جیسا کہ حدیث میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار صراحت فرمائی ہے اسلام کی ظاہر حد بندی صرف کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ پس جو شخص بھی اس کلمہ پر ایمان لاتا ہے اور خدا کو ایک سمجھتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے وہ اسلام کی ظاہری تعریف کے لحاظ سے مسلمان کہلانے اور امت محمدیہ کا فرد سمجھے جانے کا حقدار ہو جاتا ہے۔ باقی باتیں تکمیل دین اور حقیقت باطنی سے رکھتی ہیں۔ جنہیں اسلام کی ظاہری حد بندی سے کوئی تعلق نہیں پس ایک کلمہ گو خواہ وہ کوئی ہو اور کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو سیاسی حقوق کے لحاظ سے مسلمان سمجھا جائے گا گو اسے اس کے دیگر دینی

نقائص اور خامیوں کی وجہ سے کامل یا حقیقی مسلمان نہ سمجھا جائے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوتی ہے اور اسی کے مطابق اسلام کا ظاہری اور سیاسی نظام قائم کیا گیا ہے۔ اسی لئے ابتدائی مسلمانوں نے بلکہ ہر زمانہ کے محقق علماء نے ختمِ نبوت کے عقیدہ کی بحث میں پڑنے کے بغیر اسلام کی ظاہری حد بندی صرف کلمہ طیبہ قرار دی ہے اور اس معاملہ میں دوسری باتوں کو قطعاً موثر نہیں گردانا۔ اور یہی وجہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جہاں جہاں اسلام کی ظاہری تشریح یا تعریف فرمائی ہے وہاں صرف کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اسلام کا مرکزی نقطہ قرار دیا ہے اور اس کی تفصیل میں ملائکۃ اللہ اور کتب سماوی اور سلسلہ رسل اور بعث بعد الموت اور تقدیر خیر و شر کے فی الجملہ ذکر پر اکتفا فرمایا ہے اور ختمِ نبوت کے عقیدہ پر دل و جان سے ایمان لاتا ہے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے جو ہمارے سب دوستوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔

صحابہؓ کی زندگی میں ہی اس غلط فہمی کا آغاز ہو گیا تھا

اس ضمنی نوٹ کے بعد میں اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں جیسا کہ اوپر صراحت کی گئی ہے ختمِ نبوت کی تشریح اور لا نبی بعدی کی حقیقت کے متعلق ابتدائی مسلمانوں کے خیالات میں ایک قسم کا جزوی انتشار صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ہی تو مسلم تابعین کے ایک طبقہ میں شروع ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ انتشار صرف ایک محدود

اور قلیل طبقہ میں تھا اس لئے طبعاً وہ زیادہ نمایاں نہیں ہوا اور اس انتشار کا احساس بھی صرف خاص خاص صحابہؓ کو ہوا انہوں نے اسے اپنے اپنے رنگ میں دبانے اور مٹانے کی کوشش کی۔ چنانچہ جو روایتیں ہم ذیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیش کریں گے وہ اس بات پر یقینی گواہ ہیں کہ ان ہر دو بزرگوں نے کس طرح اس غلط رجحان کو محسوس کر کے اس کی اصلاح کی کوشش فرمائی لیکن چونکہ ابھی تک یہ رجحان صرف ایک چھوٹے سے بیج کے رنگ میں تھا اور صرف تو مسلم تابعین کے ایک قلیل حصہ تک محدود تھا اور غالباً یہ طبقہ مرکز اسلام سے بھی دور رہتا تھا اس لئے اس غلط فہمی کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ اور نہ ہی وقتی حالات کے ماتحت اس کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اندر ہی اندر مسلمانوں کے ایک طبقہ میں یہ غلط خیالات راسخ ہوتے گئے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب کچھ ختم ہو گیا ہے اور اب آپؐ کے بعد کوئی شخص کسی رنگ میں بھی نبوت کا انعام نہیں پا سکتا۔ اور پھر جوں جوں عہد نبوت سے دوری ہوتی گئی یہ غلط خیالات زیادہ جڑ پکڑتے اور زیادہ وسیع ہوتے گئے۔

لیکن جیسا کہ ہم انشاء اللہ ابھی ثابت کریں گے مسلمان علماء اور صلحاء کا ایک حصہ ہر زمانہ میں جمہور مسلمانوں کو اس غلطی کی طرف توجہ دلاتا رہا ہے اور خیالات کی کشمکش برابر جاری رہی ہے حتی کہ فیج اعوج کے زمانہ میں جس کے لئے علماء ھم شر من

بحث ادیم السّماء کا انداز بیان ہو چکا تھا یہ غلطی ایسا غلبہ پا گئی کہ خاص اہل بصیرت لوگوں کو چھوڑ کر عوام الناس اسی غلط خیال پر جم کر بیٹھ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مبارک میں سب اگلے پچھلے سلسلے کلیۃً ختم ہو چکے ہیں اور آپؐ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے یقیناً یہی وہ صورت ہے جس میں اس غلط عقیدہ نے ابتداء میں ایک بیج کے طور پر پرورش پا کر آہستہ آہستہ جمہور کے دل و دماغ پر قبضہ جما لیا بعد عہد نبوت سے دوری کی وجہ سے مسلمان عوام یہ سمجھنے لگ گئے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اس بات میں نہیں ہے کہ آپؐ نئی روحانی نہر کے جاری کرنے والے قرار پائیں بلکہ اس بات میں ہے کہ آپؐ پر تمام سابقہ نہریں پہنچکر بند ہو جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ جو شخص اس معاملہ میں خالی الذہن ہو کر صحیح نفسیاتی اصول پر غور کرے گا۔ وہ لازماً اسی نتیجہ پر پہنچے گا جو ہم نے اس جگہ بیان کیا ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ ساری غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کاش ہمارے مخالف اصحاب اس حقیقت کی کوشش کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لطیف ارشاد

اس کے بعد میں نہایت مختصر طور پر انفرادی حوالوں کو لیتا ہوں۔ سب سے پہلے ہمارے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول آتا ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور آپ کی جگر گوشہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے خاوند اور اسلام کے چوتھے خلیفہ تھے۔ اور ان کی بلند شان آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ "انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابھا۔" یعنی میں علم کی بستی ہوں اور علی اس بستی کا دروازہ ہے۔ سو اس علم وبصیرت والی ہستی کے متعلق روایت آتی ہے کہ آپؓ نے ایک شخص ابو عبدالرحمٰن بن سلمی نامی کو اپنے صاحبزادگان حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی تعلیم کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ ابو عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ :۔

کنت اقرئ الحسن والحسین رضی اللہ عنہما فمرّبی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وانا اُقرئھما وقال لی اَقرئھما و خاتم النبیین بفتح التاء۔

(در منثور مرتبہ امام سیوطی زیر آیت خاتم النبیین)

"یعنی میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو پڑھایا کرتا تھا تو ایک دفعہ جب میں ان صاحبزادگان کو پڑھا رہا تھا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔ دیکھو انہیں خاتم النبیین کا لفظ ت کی زبر سے پڑھانا۔"

ہمارے ناظرین جانتے ہیں کہ خاتم کا لفظ (یعنی حروف خ اور الف اور تا اور م کا مجموعہ) عربی زبان میں دو طرح پر آتا ہے۔ ایک ت کی زبر سے خاتَم کی صورت میں آتا ہے۔ جس کے معنی مُہر یا انگوٹھی کے ہوتے ہیں اور دوسرے ت کی زیر سے خاتِم کی صورت میں آتا ہے جس کے عام معنی تو آخری کے ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی وہ مُہر کے معنوں میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ت کی زیر کی صورت میں غلط فہمی کا

احتمال تھا اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمال ذہانت اور دور اندیشی سے اس خطرہ کو بھانپ کر ابو عبد الرحمن کو تاکید فرمائی کہ دیکھنا میرے بچوں کو خاتَم کا لفظ ت کی زبر سے پڑھانا زیر سے نہ پڑھانا۔ تاکہ "نبیوں کی مُہر" والے معنی مراد لئے جائیں اور کسی قسم کی غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ اس عجیب و غریب روایت سے پتہ لگتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ہی بعض نومسلم تابعین میں اس غلط فہمی کی طرف رجحان پیدا ہونے لگا تھا کہ شاید خاتم کا لفظ ت کی زیر سے ہو اور اس سے مراد نبیوں کے سلسلہ کو بند کرنے والا ہو۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً ابو عبد الرحمن کو ٹوک کر ہدایت فرمائی اور صحیح رستہ پر ڈال دیا۔

اب غور کرو کہ اگر لفظ خاتِم (ت کی زیر سے) اور خاتَم (ت کی زبر سے) ہر صورت میں بالکل ایک ہی معنی دیتے ہیں اور ان میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو عبد الرحمن بن سلمٰی کو یہ تاکید کیوں فرمائی کہ یہ لفظ ت کی زبر سے پڑھاؤ ت کی زیر سے نہ پڑھاؤ۔ یقیناً اس کی تہہ میں یہی خیال کارفرما تھا کہ ان مقدس صاحبزادوں اور ان کے استاد کے دل میں "نبیوں کی مہر" والے معنوں کا تصور قائم کیا جائے۔ اور اُن کے خیال کو اس طرف جانے سے روکا جائے کہ اس کے معنی آخری نبی کے ہیں تا کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مشفقانہ انتباہ کے آجکل کے مسلمان اس بات پر مصر ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ بہرحال یہ وہ سب سے پہلی

شہادت جو اسلام کی تاریخ میں ہمارے عقیدہ کے حق میں پائی جاتی ہے۔ اور شہادت بھی کس کی؟ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد اور خلفاء راشدین میں سے چوتھے خلیفہ کی علم و عرفان کی بستی میں دروازہ کا حکم رکھتا تھا۔ اور جس کے سامنے اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع دونوں کی گردنیں جھکتی ہیں۔

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کا ہدایت نامہ

اس کے بعد مومنوں کی مادر مشفق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد آتا ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عالمہ فاضلہ بیوی تھیں اور جن کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ صحابہؓ کو کبھی کوئی علمی مشکل ایسی نہیں پیش آئی جس کا حل انہیں حضرت عائشہ کے پاس نہ مل گیا ہو۔ (زاد المعاد) آپؓ فرماتی ہیں :-

قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ

(درمنثور جلد ۵ وتکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

"یعنی اے مسلمانو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تو کہا کرو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

یہ شہادت زمانہ کے لحاظ سے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کی معلوم ہوتی ہے جب کہ غالباً مسئلہ نبوت کے متعلق غلط فہمی کسی قدر زیادہ ہو چکی تھی کیوں کہ اس میں حضرت علیؓ والی شہادت کی نسبت زیادہ وضاحت اور زیادہ وسعت پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک اس قسم کی خبر پہنچی ہو گی کہ بعض نو مسلم لوگ جو دین کے حقائق سے زیادہ واقف نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا نبی بعدی کی غلط تشریح کرکے اس خیال کی طرف جھک رہے ہیں کہ اب شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی بھی نہیں آسکتا اور یہ کہ آپؐ کے بعد یہ دروازہ کلی طور پر بند ہو چکا ہے۔ سو حضرت عائشہؓ نے ایک مہربان معلمہ کی حیثیت میں فوراً اس کی طرف توجہ فرمائی اور ہدایت دی کہ چونکہ تم لا نبی بعدی کی حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھتے اس لئے اس حدیث کی بجائے آیت خاتم النبیین کی طرف دھیان رکھو جس کے معنی "نبیوں کی مُہر" کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کا سارا فلسفہ اس ایک لفظ میں آجاتا ہے۔ اور جو غلط فہمی لا نبی بعدی کے الفاظ سے بعض خام طبیعتوں میں پیدا ہو سکتی ہے اس کا سدباب بھی ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد کتنا واضح اور کتنا بصیرت افروز ہے جس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی لیکن چونکہ اوپر کی بحث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کی کسی قدر تفصیلی تشریح گذر چکی ہے اس لئے ہمیں اس جگہ اسکے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال یہ بات ظاہر ہے کہ نبوت کے مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوائل زمانہ میں ہی ایک غلط رجحان محسوس کیا اور اس کی تصحیح کی طرف فوری توجہ فرمائی۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی شہادت۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کے ابتدائی زمانہ کے ارشادات پیش کرنے کے بعد اب میں اسلام کے وسطی زمانہ کے ایک بڑے بزرگ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی وفات (۶۳۸ سنہ ہجری) کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس میں انہوں نے صراحت اور تکرار کے ساتھ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہے عام نبوت کا دروازہ ہرگز بند نہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

ان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی نبوۃ التشریع لا مقامھا فلا شرع ناسخًا لشرعہ صلی اللہ علیہ وسلم و لا یزید فی شرعہ حکمًا آخر وھٰذ معنیٰ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳ طبع مصر)

"یعنی نبوت کی وہ قسم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے بند ہو گئی ہے وہ صرف شریعت والی نبوت ہے کیوں کہ اب اس کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ پس آئندہ کوئی ایسی شریعت نہیں جو آپؐ کی شریعت کے کسی حکم کو منسوخ کرے یا آپؐ کی لائی ہوئی شریعت میں کوئی حکم زیادہ کرے۔ اور یہی معنیٰ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ اب رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اور میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں اِس سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ آئندہ کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو کسی ایسی شریعت پر قائم ہو جو میری شریعت کے خلاف ہے بلکہ جب بھی کوئی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔"

اور پھر اسی مضمون پر اِسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

النبوّة سارية الى يوم القيامة فى الخلق و ان كان التشريع قد انقطع فالتشريع جزء من اجزاء النبوّة۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ الطبع مصر)

"یعنی نبوت دنیا میں قیامت کے دن تک جاری اور کھُلی ہے۔ اگرچہ شریعت کا نزول ختم ہو چکا ہے اور شریعت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔"

اور اپنی ایک دوسری کتاب میں حضرت ابن عربی موصوف فرماتے ہیں:۔

امّا نبوّة التشريع والرسالة فمنقطعةٌ و فی محمّد صلی الله عليه وسلم قد انقطعت فلا نبيّ بعده مشرّعاً..... الا ان الله لطف بعباده فابقى لهم النبوّة العامّة تشريع فيها

(فصوص الحکم صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

"یعنی شریعت والی نبوت و رسالت تو ختم ہو چکی ہے کیونکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مکمل ہو گئی۔ پس آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا ......

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ مہربانی فرمائی ہے کہ اُن کے لئے عام نبوت کا دروازہ کھلا رکھا ہے جو شریعت کے بغیر ہوتی ہے۔"

ان تین حوالوں سے جو اسلام کے ایک بڑے عالم اور ممتاز بزرگ کے قلم سے ہیں اور آج سے قریباً ساڑھے سات سو سال پہلے لکھے گئے تھے۔ ذیل کی چار باتیں قطعی طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

(اول) یہ کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف نئی شریعت کے نزول کا دروازہ بند ہوا ہے نہ کہ ہر قسم کی نبوت کا۔

(دوم) یہ کہ حضرت شیخ موصوف کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بلا شریعت کا دروازہ کھلا ہے اور قیامت تک کھلا رہے گا۔ اور وہ اس قسم کی نبوت کا نام نبوت عامہ رکھتے ہیں۔

(سوم) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی آئیگا وہ بہرحال آپ کی شریعت اور آپ کے فرمان کے تابع ہوگا۔

(چہارم) یہ کہ نبوت کے متعدد اجزاء ہیں اور شریعت کا نزول ان اجزاء میں سے ایک جزو ہے نہ یہ کہ شریعت ہی

عین نبوت ہے۔

یہ وہ چار اہم نتائج ہیں جو اُوپر کے حوالوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتے ہیں اور اگر کسی شخص کو ہمارے ترجمہ کے متعلق شک ہو تو وہ اپنے کسی مولوی سے ترجمہ کرا کے خود تسلی کر سکتا ہے۔ اب دیکھو کہ یہ حوالے کتنے واضح اور کتنے صاف ہیں! حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شریعت والی نبوت کا دروازہ بند کیا ہے اور چونکہ شریعت صرف جزو نبوت ہے نہ کہ عین نبوت اس لئے کہ آپ کے بعد نبوت عامہ کا دروازہ کھلا ہے اور کبھی بند نہیں ہوگا۔ اور یہ کم وبیش وہی بات ہے جو ہم کہتے ہیں۔

لیکن چونکہ اکثر لوگ اپنے قائم شدہ عقیدہ کے خلاف کسی خیال کو قبول کرنے کے لئے جلدی تیار نہیں ہوتے اور بات بات پر شبہ پیدا کرنے کا طریق اختیار کرتے ہیں اس لئے اس موقع پر بھی بعض اصحاب کی طرف سے یہ شبہ پیدا کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے اس جگہ نبوت عامہ سے صرف ولایت کا مقام مراد لیا ہے اور یہ کہ ان کا اصل عقیدہ یہی تھا کہ ہر نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی اور شریعت نہیں اس لئے آپ کے بعد حقیقی معنوں میں کوئی نبی بھی نہیں آسکتا۔ اِس شبہ کے جواب میں اصولی طور پر تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم نے حضرت شیخ اکبر یا کسی اور بزرگ کو بلینک [1] چیک نہیں دیا ہوا کہ تا ہمارے لئے ان کی

[1] Blank cheque

ہر بات واجب القبول ہو۔ بلینک چیک کا مقام صرف خدا اور اس کے رسول کو حاصل ہے کیونکہ خدا اور اس کے رسول ہی ایسی ہستیاں ہیں جن کی ہر بات ہر حال میں واجب القبول ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو یہ مقام حاصل نہیں بلکہ باقی سب کے متعلق علی قدر مراتب خذ ما صفا ودع ما کدر کا اصول چلتا ہے۔ یعنی جو بات صحیح ہے اور قرآن وحدیث کے فیصلہ کے مطابق ہے اسے لے لو اور جو بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے اسے رد کر دو اسی لئے ہم نے اس جگہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی شہادت ان کے سارے عقائد اور نظریات کی تصدیق کے لئے پیش نہیں کی بلکہ صرف اس محدود شہادت کے طور پر پیش کی ہے کہ ہماری طرح حضرت شیخ اکبر کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہے نہ کہ ہر قسم کی نبوت کا۔ اور اس حصہ میں پیش کردہ شہادت بالکل صاف اور واضح ہے اور کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ پس اگر بالفرض (اور میں یہ بات صرف فرض کے طور پر کہہ رہا ہوں) حضرت شیخ محی الدین عربی کا یہی عقیدہ تھا کہ ہر نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے تو اس سے ہمارے موجودہ استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اول تو جس مخصوص غرض کے ماتحت ہم نے یہ حوالہ پیش کیا ہے اس کے لحاظ سے یہ ایک زائد اور لاتعلق بات ہے۔ دوسرے جیسا کہ ہم حضرت امام شعرانی کے حوالہ کی بحث کے تعلق میں قرآن اور حدیث اور تاریخ اور عقلی دلائل کی متحدہ شہادت سے ثابت کر چکے ہیں یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا

لانا ضروری ہے۔ بہر حال حضرت شیخ اکبر کا منشا صرف یہ ہے کہ وہ تشریعی نبوت کو "نبوتِ خاصہ" کا نام دے کر اس کا دروازہ تو کلی طور پر بند قرار دیتے ہیں مگر اس کے مقابل پر نبوت کی باقی اقسام کو "نبوت عامہ" کے لفظ سے تعبیر کر کے اس کا رستہ ہمیشہ کے لئے کھُلا سمجھتے ہیں۔ وھو المراد۔

لیکن حق یہ ہے کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے ہرگز یہ نہیں کہا اور نہ ہی انہوں نے کسی جگہ یہ عقیدہ ظاہر فرمایا ہے کہ ہر نبی کے شریعت کا لانا ضروری ہے بلکہ وہ تو صاف الفاظ میں اعلان فرماتے ہیں کہ :۔

التشریع جُزءٌ من اجزاء النبوۃ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

"یعنی شریعت کا نزول نبوت کے اجزاء میں سے ایک جُزو ہے نہ کہ عین نبوت"۔

پس جب کہ شیخ موصوف کے نزدیک شریعت کا نزول نبوت کے ساتھ لازم و ملزوم ہی نہیں ہے تو ان کی طرف یہ خیال کس طرح منسوب کیا جا سکتا ہے کہ ہر نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے؟۔ لہذا اگر انہوں نے کسی جگہ "نبوت عامہ" (یعنی غیر تشریعی نبوت) کو ولایت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے تو یقیناً یہ صرف ایک مجازی استعمال کی صورت ہے جو انہوں نے اپنے رنگ میں عوام الناس کو غیر تشریعی نبوت کی حقیقت سمجھانے کے لئے اختیار کی ہے اور ان کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہر نبی لازماً ولی بھی ہوتا ہے اور یہ کہ نبوت عامہ جس کے ساتھ شریعت شامل نہیں وہ دراصل ولایت ہی کا ایک ترقی یافتہ مقام ہے۔ ولکل ان یصطلع فافہم وتدبر ولا تکن من الممترین۔

اسی لئے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے حضرت ہارون علیہ السلام کے

متعلق یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ کوئی شریعت نہیں لائے بلکہ موسوی شریعت کے تابع تھے انہیں قرآنی ارشاد ووھبنا لہ ھارون نبیًا کے ماتحت نبی قرار دیا ہے۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳ و ۴)

حضرت مولانا رومیؒ کی شہادت

اسلام کے وسطی زمانہ کی دوسری شہادت حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۷۲ہجری) کے کلام میں ملتی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس جگہ میری غرض سارے حوالے پیش کرنا نہیں ہے بلکہ میں یہاں صرف مثال کے طور پر چند حوالے پیش کر رہا ہوں تا یہ بات ثابت ہو کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ نیا نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں اسلام کے بعض چوٹی کے علماء اور صلحاء اور صوفیاء کم و بیش انہی خیالات کا اظہار کرتے آئے ہیں۔ اس غرض کے ماتحت بعض حوالے اوپر درج کئے جا چکے ہیں اور بعض حوالے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولانا رومی جن کی مثنوی مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبول ہے اور اعلیٰ درجہ کے علوم اور تصوف سے معمور مانی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود — مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست — نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم صفحہ ۸)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس لئے خاتم النبیین رکھا گیا کہ آپ کے برابر نہ تو کوئی شخص پہلے لوگوں میں گذرا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ دیکھو جب کوئی ماہر فن

کسی صنعت میں سب سے آگے نکل جاتا ہے تو کیا تم اس کے
متعلق یہ نہیں کہتے کہ یہ صنعت تو تجھ پر ختم ہو گئی ہے؟
پس سمجھ لو کہ اِسی معنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
نبوت ختم ہوئی ہے"

اب دیکھو کہ حوالہ کتنا صاف اور واضح ہے کہ حضرت مولانا
رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کے لفظ سے یہ نہ سمجھو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائی انعاموں کی نہر کو بند کرنیوالے
ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ افضل الرسل اور آپ نے
اپنے اندر نبوت کے کمالات کو احسن اور اتم صورت میں جمع فرمایا ہے
اور پھر مثال دے کر فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک عدیم المثال ماہر فن
کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر فلاں صنعت ختم ہے۔ اسی طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بھی یہ معنی ہیں کہ آپ میں
نبوت کے *تشریح کی وجہ سے کا قرار دینے والو سوچو اور غور کرو کہ
کیا یہ وہی تشریح نہیں ہے جو ہم کرتے ہیں؟ اور پھر سوچو اور غور
کرو کہ کیا ہماری یہ تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی
شان کے مطابق ہے یا کہ آپ لوگوں کی یہ تشریح کہ ختم نبوت سے
مراد جاری شدہ نہروں کا بند کرنا ہے۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں
کہتے۔ ہر مسلمان اپنی دل سے فتویٰ پوچھے اور خدا کو حاضر ناظر جان کر
جواب دے۔

حضرت امام محمد طاہر کی شہادت

اس کے بعد میں وسطی زمانے کے
ایک اور ممتاز بزرگ حضرت

* کمالات اپنی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ عزیزو اور دوستو اور ہمیں ختم نبوت کی

امام محمد طاہر (وفات ۹۸۶ سنہ ہجری) کی شہادت پیش کرتا ہوں جنھیں بعض لوگوں نے اپنے زمانہ کا امام مانا ہے اور جن کی کتاب مجمع البحار حدیث کی لغت میں ایک بڑے پایہ کی کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ امام محمد طاہر موصوف لکھتے ہیں:۔

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قولوا انہٗ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدہٗ وھذا ناظر الی نزول عیسٰی وھذا ایضاً لاینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لانبی ینسخ شرعہٗ

(دو منشور تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

"یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا ہے کہ لوگو تم یہ تو کہا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں یہ بات حضرت عیسٰی کے نزول کے پیش نظر کہی گئی ہے اور یہ قول حدیث لانبی بعدی کے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ منشا تھا کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کو منسوخ کرے۔ مطلقاً نبوت کا بند ہونا مراد نہیں تھا۔"

امام محمد طاہر کا یہ لطیف حوالہ اس معاملہ میں دوہری شہادت پیش کر رہا ہے:

(اوّل) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہے ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند نہیں۔

(دوم) یہ کہ اسلام میں جس مسیح موعود کے نزول کی پیشگوئی پائی جاتی ہے وہ خدا کا نبی ہوگا لیکن چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوگا اس لئے اس کا آنا حدیث لانبی بعدی کے منشا کے خلاف نہیں۔

یہ دو نتائج بعینہ وہی ہیں جو مسئلہ ختم نبوت کے تعلق میں جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں مگر افسوس کہ ان بزرگوں کی شہادت کے باوجود ہمیں ان خیالات کی وجہ سے ہمیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ اس حوالہ میں تو حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چھ سو سال قبل بنی اسرائیل کی قوم میں گزرے تھے تو یہ ایک دوہرا ظلم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ایسے شخص کو تو نبی تسلیم کیا جائے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور شاگردوں اور روحانی فرزندوں میں سے نہیں ہے بلکہ آپ کی بجائے وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور شاگردوں اور خوشہ چینوں اور روحانی فرزندوں میں سے کسی فرد کے لئے اس اعزاز کو تسلیم نہ کیا جائے؟ دوستو اور عزیزو خدا کے لئے غور کرو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی اسرائیل کی قوم کا ایک گذشتہ نبی جس کی نبوت آپ کے فیضان کی ممنون و احسان نہیں اپنی سابقہ نبوت کے مقام پر فائز رہ کر مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے اور نبی کہلا سکتا ہے تو سید ولد آدم فخر انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام اور شاگرد اور آپ کے فیض سے فیض پانے والا اور آپ کے نور سے نور حاصل کرنے والا شخص کیوں اس منصب کو حاصل نہیں کر سکتا؟ افسوس صد افسوس کہ ہمارے بھٹکے ہوئے بھائیوں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر بالکل نہیں پہچانی اور آپ کو حضرت موسیٰؑ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر بالکل نہیں پہچانی اور آپ کو حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کا ممنونِ احسان بنانا پسند کیا مگر اس بات کو گوارا نہ کیا کہ آپ کے غلاموں

اور شاگردوں میں سے کوئی شخص آپ کے فیض کی برکت سے اور آپ کے نور سے نور پاکر نبوت کے مقام کو پہونچے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ:۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

حضرت امام شعرانی اور امام علی بن محمد سلطان القاری کے حوالے

حضرت امام شعرانی (وفات ۹۷٦ھ ہجری) اور حضرت امام علی بن محمد سلطان القاری (وفات ۱۰۱۴ھ ہجری) کے حوالے اوپر گذر چکے ہیں اسلئے انہیں اس جگہ دہرا کر اس مضمون کو بلاوجہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر ناظرین چاہیں تو حدیث لانبی بعدی[1] اور حدیث لو عاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا[2] کی بحث دوبارہ ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں وما علینا الا البلاغ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اسلام کے وسطی زمانہ کے حوالے پیش کرنے کے بعد اب ہم اسلام کے زمانہ حال کی ابتدائی حصہ میں داخل ہوتے ہیں جو گویا گیارھویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی کی سب سے بڑی شخصیت حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کا وجود باوجود ہے جن کا مقام کثیر التعداد مسلمانوں نے ان تمام مجددین میں جن کا ظہور مسیح موعود سے پہلے مقدر تھا جس سے بالا مانا ہے۔ بہر حال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۰۳۴ھ ہجری) فرماتے ہیں:۔

"حصولِ کمالاتِ نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والصلوٰۃ والتحیات منافی خاتمیت او نیست

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۳ [2] دیکھو صفحہ ۵۴ تا ۵۷

فلا تکن من الممترین۔"

(المکتوباتِ احمدیہ جلد۱ مکتوب ۲۷۱)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے لئے آپ کی پیروی میں اور آپؐ کے روحانی ورثہ کے طور پر نبوت کے طور پر نبوت کے کمالات کا حاصل کرنا آپؐ کی ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ پس تم اس معاملہ میں ہرگز شک کرنے والے لوگوں میں سے مت بنو۔"

کیا یہ نظریہ بعینہٖ وہی نظریہ نہیں ہے جو جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے؟ کیا ہم اس کے سوا کچھ اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بیشک شریعت والی نبوت اور براہ راست حاصل ہونے والی مستقل نبوت کا دروازہ تو ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے مگر جو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور آپ کی پیروی کی برکت سے روحانی ورثہ کے طور پر ملتی ہے اس کا دروازہ ہرگز بند نہیں؟ بلکہ یہ وہ نبوت ہے جس سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان اور بلند مقام کا ثبوت ملتا ہے کہ آپؐ کے خادم اور شاگرد بھی نبوت کا درجہ پا سکتے ہیں۔ پس حضرت مجدد الف ثانی کی طرح ہم بھی ہر مسلمان سے یہی کہتے ہیں کہ ھٰذا ھو الحق فلا تکن من الممترین۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح محدث دہلوی کا ارشاد

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (وفات ۱۱۷۶ سنہ ہجری) کا زمانہ آتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارھویں صدی ہجری کے مجدد مانے گئے ہیں اور پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا بچہ بچہ ان کے وسیع علم و فضل کا معترف اور مدح خوان ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

ختم بہ النبیون ای لا یوجد بعدہٗ من یامرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس (تفہیمات الٰہیہ تفہیم ۵۳)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا ربانی مصلح نہیں آسکتا جسے خدا تعالیٰ کوئی نئی شریعت دے کر مبعوث کرے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس چیز کا دروازہ بند قرار دیتے ہیں وہ صرف نئی شریعت کا نزول ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ ہر نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحؒ نے فرمایا ہے شریعت جزو و نبوت ہے نہ کہ عین نبوت اور قرآن مجید اور تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ دنیا میں بہت سے نبی ایسے گذرے ہیں جو کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے بلکہ صرف سابقہ شریعت کی خدمت کے لئے مبعوث کئے جاتے تھے۔ پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا یہ واضح حوالہ ہر اُس مسلمان کے لئے جو انہیں عزت کی نظر سے دیکھتا ہے ایک فیصلہ کن حوالہ ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کا مقام یہ ہے کہ وہ خود تو الگ رہے اُن کا سارا خاندان اپنے علم و فضل کی وجہ سے برعظیم پاک و ہند میں انتہائی عزت و اکرام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ پس چاہو تو اس شہادت کو قبول کرو۔

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی شہادت

اب ہم اُس زمانے میں داخل ہوتے ہیں جو گویا ہمارا اپنا زمانہ ہے حتیٰ کہ اس زمانہ کے بزرگوں کو دیکھنے والے کئی لوگ

ابھی تک زندہ ہوں گے۔ اور چونکہ جو شہادت میں اسوقت پیش کرنے لگا ہوں وہ باوجود موجودہ زمانہ سے تعلق رکھنے کے حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ سے چند سال پہلے کی ہے۔ اس لئے اہلِ بصیرت کے نزدیک اس شہادت کو خاص وزن حاصل ہونا چاہئیے۔ یہ شہادت مدرسۃ العلوم دیوبند کے نامور بانی حضرت مولوی محمدؐ قاسم صاحب نانوتوی (وفات ۱۸۸۹ء) کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں :-

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخرِ زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیّت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی۔"

(تحذیر الناس مطبوعہ سہارنپور صفحہ ۳)

پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:-

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

کیا علماء دیوبند اپنے محترم بانی کے اس حوالہ پر غور فرمائیں گے؟ کیا وہ ختمِ نبوت کی تشریح میں اوسی وسعت قلب اور وسعتِ نظر سے کام لیں گے جس سے ان کے قابلِ احترام بزرگ نے کام لیا ہے؟ اور

اگر اس جگہ کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اس حوالہ میں تو حضرت مولانا نانوتوی نے "اگر" اور "بالفرض" کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو شک پر دلالت کرتے ہیں یا یہ کہ کسی دوسری جگہ مولانا موصوف نے اس قسم کا خیال بھی ظاہر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں تو اس شبہ کے جواب میں یہ خاکسار وہی بات عرض کرے گا جو اس رسالہ میں کئی جگہ عرض کر چکا ہے کہ اے ہمارے بھولے بھالے بھائیو! خدا تمہیں سمجھ عطا کرے۔ ہم نے یہ حوالہ اس غرض سے ہرگز پیش نہیں کیا کہ مولانا موصوف کے نزدیک کوئی نبی "آنے والا ہے"۔ بلکہ صرف اس غرض سے پیش کیا ہے کہ ان کے نزدیک آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے"۔ پس یہاں کسی کے "آنے" کا سوال نہیں بلکہ آسکنے کا سوال ہے۔ اور اس سوال کے متعلق یہ حوالہ بالکل واضح اور صاف ہے کاش ہمارے مہربان مخالف جلد بازی کے بجائے صبر و سکون کے ساتھ غور کرنے کی عادت پیدا کریں۔

اب میں خدا کے فضل سے وہ حوالے ختم کر چکا ہوں (اور یہ حوالے تعداد میں دس عدد ہیں) جو میں ختم نبوت کی بحث کے تعلق میں مثال کے طور پر اس جگہ پیش کرنا چاہتا تھا۔ اور جیسا کہ ہمارے معزز ناظرین نے دیکھا ہے۔ میں نے یہ حوالے اسلامی تاریخ کے ہر زمانہ سے پیش کئے ہیں اور ابتدائی اور وسطی اور آخری زمانہ میں سے کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں سے کسی نہ کسی بزرگ کی شہادت نہ پیش کی ہو۔

سب سے پہلا حوالہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے جو بالکل ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جو گویا صحابہؓ کا زمانہ تھا اور سب سے آخری حوالہ

اُس زمانہ کا ہے جس میں ہماری جماعت کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے حکم پاکر سِلسلۂ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ میں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرتا کہ صحابہ کرام رضؓ کے زمانہ کے بعد سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی نبوّت کا دروازہ کھُلا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر اختلاف کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ مگر میں یہ ضرور کہتا ہوں اور میں نے مضبوط حوالوں کے ذریعہ اس بات کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی تاریخ کے ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی مسلمان بزرگ اس عقیدہ کا برملا اظہار کرتا رہا ہے کہ ہمارے رسول پاک کی ختم نبوّت کسی غیر تشریعی نبی کی بعثت کے رستہ میں روک نہیں ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیّین سیدِ ولدِ آدم (فداہ نفسی) کے بعد انوارِ نبوت کا رستہ پہلے سے بھی زیادہ وسیع ہو کر کھل گیا ہے۔ وھو المراد۔

جمہور مسلمانوں کی متفقہ شہادت

یہاں تک تو میں نے صرف خاص خاص بزرگوں کے اقوال پیش کئے ہیں۔ لیکن اب میں خدا کے فضل سے بتاتا ہوں کہ ایک لحاظ سے مسلمانوں کا ہر فرد اور ان کا بچہ بچہ اس عقیدہ پر ایمان لاتا رہا ہے کہ ختم نبوت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم از کم ایک غیر تشریعی نبی مسلمانوں میں ضرور آنے والا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے اسلام میں یہ پیش گوئی پائی جاتی ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور ان کے ذریعہ اسلام کو غیر معمولی طاقت حاصل ہوگی۔ اور دینِ محمدی تمام دوسرے دینوں پر غالب آجائے گا اور دجال قتل کیا جائے گا اور صلیب توڑی جائیگی اور کافر مغلوب و مقہور

ہو جائیں گے۔ اور اندرونی اختلافات کا سچا فیصلہ کیا جائیگا وغیرہ وغیرہ

یہ پیشگوئی اجمالاً قرآن مجید میں (سورہ نور آیت ۵۶) اور تفصیلاً حدیث کی ہر کتاب میں درج ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی پر اس شدومد کے ساتھ زور دیا ہے اور اسے اس کثرت اور تواتر کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اسلامی پیش گوئیوں میں اسے گویا نمبر ۱ حاصل ہو چکا ہے اور مسلمانوں کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے۔ اور اس پیشگوئی کو اتنی شہرت حاصل ہے کہ اس سے زیادہ شہرت خیال میں نہیں آسکتی۔ اور خود ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیش گوئی پر اتنا یقین تھا اور آپ اتنا زور دینا چاہتے تھے کہ آپ نے اسے خدا کی قسم کھا کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ حدیث کی صحیح ترین کتاب بخاری میں آپ فرماتے ہیں:۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ۔

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

یعنے مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ضرور ضرور مسیح ابن مریم نازل ہو گا۔ وہ تمام دینی معاملات میں حکم بن کر فیصلہ کرے گا۔ اور اس کا فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہو گا وہ صلیبی فتنہ کو پاش پاش کر دے گا اور خنزیری پلیدیوں کو تباہ کر کے رکھ دیگا۔ اور وہ جزیہ کو بھی موقوف کر دے گا۔

حضرت عیسیٰ اپنی نبوت کے ساتھ نازل ہونگے

یہ وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جو نزول

مسیح کے متعلق اسلام میں پائی جاتی ہے۔ اور گو جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اس پیشگوئی میں ایک مثیل مسیح کے نزول کی پیشگوئی ہے نہ کہ اصل مسیح ابن مریم کی۔ لیکن موجودالوقت مسلمانوں کے تمام دوسرے فرقے یقین رکھتے ہیں کہ وہی مسیح ناصری دوبارہ دنیا میں نازل ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے موسوی سلسلہ میں گذر چکا ہے اور اسکے ساتھ وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہ مسیح اپنی نبوت کے ساتھ آئے گا اور ایسا نہیں ہوگا کہ وہ نبوت کے مقام سے معزول کرکے بھیجا جائے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :-

من قال بسلب نبوتہ کفر حقا فانہ نبی لا یذھب عنہ وصف النبوۃ (بحوالہ حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱)

"یعنی جس شخص نے حضرت عیسٰی کے متعلق یہ کہا کہ وہ آخری زمانہ میں نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے وہ یکا کافر ہے کیونکہ حضرت عیسٰی بلا ریب خدا کے ایک نبی تھے اور یہ نبوت کا وصف اُن سے کسی طرح جُدا نہیں ہو سکتا۔"

پس جب کہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح کا نزول مقدر ہے اور پھر اس بات پر بھی سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح نبوت کے مقام پر فائز ہو کر آئے گا تو اس کا یہ طبعی اور منطقی نتیجہ بھی لازماً قبول کرنا ہوگا کہ تمام مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کے وجود کو تسلیم کرتے آئے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک رنگ میں نبوت کا دروازہ کھلا ہونے پر صرف خواص اُمت ہی کی شہادت نہیں بلکہ

مسلمانوں کے بچہ بچہ کی بھی شہادت ہے۔ عزیزو اور دوستو سوچو اور غور کرو کہ ایک طرف تو سب مسلمان اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں مسیح کے نزول کی پیشگوئی فرمائی تھی اور دوسری طرف وہ اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ آنے والا مسیح نبوت کے مقام سے معزول ہو کر نہیں آئے گا بلکہ نبی ہونے کی حیثیت میں نازل ہوگا تو ان دونوں باتوں کا نتیجہ اسکے سوا کیا نکلتا ہے کہ سب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کے قائل ہیں؟ وھوا المراد۔

اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے مسلمان بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کے قائل ہیں۔ مگر یہ نبی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے نبوت کے منصب پر فائز ہوا تھا اس لئے اس کا آنا ختم نبوت میں کوئی رخنہ پیدا نہیں کرتا لیکن کسی بعد میں پیدا ہونے والے شخص کا نبی بننا ضرور رخنہ پیدا کرتا ہے تو میں کہوں گا کہ اے ہمارے بھٹکے ہوئے بھائیو خدا آپ کی آنکھیں کھولے یہاں پیدا ہونے یا بعد میں پیدا ہونے کا سوال نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے طور پر ظاہر ہونے اور آپ کے بعد نبوت کے فرائض ادا کرنے کا سوال ہے پس خواہ مسیح ناصری پہلے ہی پیدا ہوا لیکن بہرحال آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں ظاہر ہو کر نبوت کے فرائض سرانجام دے گا۔ لہٰذا اگر نبوت کا دروازہ من کل وجوہ بند ہے تو اس کا آنا بہر صورت ختم نبوت کے خلاف ہے کاش تم سمجھو! بلکہ حق یہ ہے کہ ایسے نبی کا آنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہیں ہے اور نہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور پیروی میں اور آپ کی فیض رسانی سے نبوت کا منصب پایا ہے۔ اسلام کے تمام نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیتا ہے اور نہ تو ختم نبوت باقی رہتی ہے اور نہ ہی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

کا آخرالانبیاء ہونا درست ٹھہرتا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر آپ کے شاگرد اور روحانی فرزندوں میں سے کسی شخص کا آپ کے فیض کی برکت سے اور آپ کے نور سے نور پا کر نبوت کے مقام پر فائز ہونا ہرگز کوئی رخنہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اس سے آپ کی ارفع شان کا ثبوت ملتا ہے کہ کس طرح آپ کے روحانی سورج نے آپ کے بعد ایک روحانی چاند پیدا کر کے دنیا کی تاریکی کے زمانہ میں روشنی کا سامان مہیا کر دیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

عقلی دلائل کی رو سے مسئلہ ختم نبوت کا حل

ہمارا عقیدہ خدائی سنت کے عین مطابق ہے

بزرگان سلف اور جمہور مسلمانوں کی شہادت پیش کرنے کے بعد اب میں اپنے مضمون کے آخری حصہ کی طرف آتا ہوں جو عقلی دلائل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا تھا۔ عقل انسانی اپنی امکانی لغزشوں کے باوجود جو بعض اوقات خارجی ظلمات کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں ایک اعلیٰ درجہ کا فطری نور ہے جو انسان کو کھوٹے کھرے کی پہچان کے لئے خدا کی طرف سے عطا کیا گیا ہے اور دنیا کے بیشتر مسائل اسی کی روشنی میں حل ہوتے ہیں سو اس تعلق میں سب سے پہلی بات تو یہ جانی چاہیے کہ جیسا کہ تاریخ عالم کے مطالعہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ جب کبھی بھی دنیا میں فاسد خیالات اور فاسد اعمال کا دور دورہ شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اپنے کسی پاک بندہ کو لوگوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرماتا ہے اور اصلاح کا طریق حالات پر مبنی ہوتا ہے۔ یعنی اگر کسی وقت نئی شریعت کی ضرورت ہوتی ہے تو

وہ نئی شریعت نازل فرما کر اصلاح کا کام کرواتا ہے۔ اور اگر نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہوتی تو بغیر شریعت کے نبی مبعوث کر کے اصلاح کروائی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ جب سے کہ دنیا بنی ہے برابر جاری چلا آیا ہے اور کبھی بند نہیں ہوا چنانچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا وجود جن میں سے صرف تین سو پندرہ صاحبِ شریعت رسول تھے۔ (مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق) اس ابدی صداقت پر ایک زبردست گواہ ہے تو جب قدیم سے خدا تعالیٰ کی یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ ہر فساد عظیم کے زمانہ میں اپنی طرف سے کسی شخص کو نبوت کے مقام پر فائز کر کے اصلاح خلق کیلئے مبعوث فرماتا ہے تو اس زمانہ میں اس ازلی سنت کو کیوں ختم سمجھا جائے؟

اس کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بیشک پہلے ایسا ہی تھا مگر خاتم النبیین کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند ہو چکا ہے کیونکہ اول تو ہم آیت خاتم النبیین کی تشریح میں ثابت کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے لفظ سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اب نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے بلکہ مراد صرف یہ ہے جہاں پہلے یہ نہر مستقل اور علیحدہ صورت میں جاری تھی وہاں اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وجود کے ذریعہ سے اور اسکے اندر ہو کر جاری ہے۔ دوسرے جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ یہاں قرآن یا حدیث کے دلائل کی بحث نہیں جو اوپر گذر چکی ہے۔ بلکہ صرف عقلی دلائل کی بحث ہے اور عقل کے میدان میں یہ دلیل بالکل صاف اور واضح ہے کہ اصلاح خلق کا جو طریق اور بعثتِ انبیاء کی جو سنت ازل سے جاری چلی آئی ہے اُسے اب آ کر کیوں بند سمجھا جائے؟ اور وہ کونسی عقلی دلیل ہے جسکی وجہ سے اس قدیم نہر کے آگے بند لگا کر اسے ختم کرنا ضروری ہو گیا ہے؟ دوستو اور عزیزو! سوچو اور سمجھو کہ جب سے دنیا بنی ہے خدا تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت کے ذریعہ اصلاح خلق کا ایک معین طریق قائم کر رکھا ہے اور لوگوں کے قلوب کی آبپاشی کے لئے ایک ازلی نہر جاری کی ہوئی ہے تو اب اس زمانہ میں آ کر اس قدیم سنت کو کیوں بند قرار دیا جائے؟ یہ ایک ایسا پختہ اور یقینی استدلال ہے جسے ہر

غیر متعصب انسان کی عقل اور اس کا نورِ ضمیر قبول کرنے پر مجبور ہے اور اس کے خلاف کوئی عقلی دلیل خیال میں نہیں آسکتی۔

بارِ ثبوت ہمارے مخالفین کے ذمہ ہے

پھر اس دلیل کی ایک شاخ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا کی یہ ازلی سنت بند ہو گئی ہے کہ وہ ہر بڑے فساد کے زمانہ میں کسی نبی کو مبعوث کر کے اصلاح کروایا کرتا ہے تو اس کا بارِ ثبوت اس شخص کے ذمہ ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ ہمارا دعویٰ بہر حال کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ کیونکہ وہ خدائی سنت اور ایک جاری شدہ طریق کے عین مطابق ہے۔ دلیل لانا ان لوگوں کے ذمہ ہے جو خدائی سنت کے خلاف ایک نئی بات کے مدعی بنتے ہیں۔ پس اگر ہمارے مخالفین اپنے عقیدہ کی تائید میں کوئی عقلی دلیل پیش نہ کر سکیں جیسا کہ وہ خدا کے فضل سے ہرگز نہیں کر سکتے تو پھر اس معاملہ میں صحیح منطقی پوزیشن یہی ہے کہ اس صورت میں ہماری طرف سے قطعاً کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب بارِ ثبوت ہمارے مخالفین کے ذمہ ہے تو ان کی طرف سے کسی عقلی دلیل کا پیش نہ کیا جانا ساری بحث کو ختم کر دیتا ہے۔

موجودہ زمانہ کا فسادِ عظیم ایک نبی کا متقاضی ہے

عقل کے میدان میں یہ دلیل بھی بہت بھاری وزن رکھتی ہے کہ موجودہ زمانہ کے حالات جبکہ مذہبی دنیا میں عقائد اور اعمال کا غیر معمولی فساد رونما ہے اور مادیت اور لادینی چاروں طرف جال پھیلائے ہوئے ہے اور دجالی فتنے جن کے متعلق ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمام نبی ڈراتے آئے ہیں۔ ساری قوموں اور ساری ملتوں کو گھن کی طرح کھاتے جا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب حالات ایک نبی کی بعثت کے متقاضی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور فرزندی میں اور آپ کے روحانی سورج سے روشنی پا کر دنیا کو منور

گرے۔ بیشک گزشتہ صدیوں میں بھی تاریکی کا دور دورہ رہا ہے مگر جو غیر معمولی تاریکی اور ایمان اور اعمال کے میدان میں جو غیر معمولی فساد اس زمانے میں آکر رونما ہوا ہے اسکی مثال کسی دوسرے زمانہ میں نہیں ملتی۔ پس اگر گزشتہ صدیوں میں عام مجددوں سے کام چل سکتا تھا تو موجودہ زمانہ میں ایک ایسے عظیم الشان مجدد کی ضرورت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت کے مقام کو بھی پاکر اور نبوت کی طاقتوں سے آراستہ ہو کر دنیا میں اصلاح کا کام سر انجام دے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے آخری زمانہ کے غیر معمولی ظلمات اور فسادات کے پیش نظر فرمایا تھا کہ بیشک ہر صدی کے سر پر عام مجدد آتے رہیں گے۔ مگر دجالی فتنوں کے زمانے میں وہ شخص مبعوث ہوگا کہ:۔

لیس بینی وبینہٗ نبیٌّ۔ (ابو داؤد)

"یعنی میرے اور اُس کے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔"

علامہ اقبال اور مولوی مودودی صاحب کی شہادت

یہی وہ تاریک زمانہ ہے جس کے متعلق شاعر قوم علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے مذہبی انحطاط کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ:۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں ⁂ اُمتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں ⁂ تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود ⁂ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ⁂ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(جوابِ شکوہ)

ان اشعار میں علامہ اقبال جوش کی حالت میں کچھ سخت الفاظ استعمال کر گئے ہیں مگر اس کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات اصلاح کے خیال سے تلخ الفاظ استعمال کرنے

غیر متعصب انسان کی عقل اور اس کا نور ضمیر قبول کرنے پر مجبور ہے اور اس کے خلاف کوئی عقلی دلیل خیال میں نہیں آسکتی۔

بارِ ثبوت ہمارے مخالفین کے ذمہ ہے

پھر اس دلیل کی ایک شاخ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا کی یہ ازلی سنت بند ہوگئی ہے کہ وہ ہر بڑے فساد کے زمانہ میں کسی نبی کو مبعوث کر کے اصلاح کروایا کرتا ہے تو اس کا بار ثبوت اس شخص کے ذمہ ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ ہمارا دعویٰ بہر حال کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ کیونکہ وہ خدائی سنت اور ایک جاری شدہ طریق کے عین مطابق ہے۔ دلیل لانا ان لوگوں کے ذمہ ہے جو خدائی سنت کے خلاف ایک نئی بات کے مدعی بنتے ہیں۔ پس اگر ہمارے مخالفین اپنے عقیدہ کی تائید میں کوئی عقلی دلیل پیش نہ کر سکیں جیسا کہ وہ خدا کے فضل سے ہرگز نہیں کر سکتے تو پھر اس معاملہ میں صحیح منطقی پوزیشن یہی ہے کہ اس صورت میں ہماری طرف سے قطعاً کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب بار ثبوت ہمارے مخالفین کے ذمہ ہے تو ان کی طرف سے کسی عقلی دلیل کا پیش نہ کیا جانا ساری بحث کو ختم کر دیتا ہے۔

موجودہ زمانہ کا فسادِ عظیم ایک نبی کا متقاضی ہے

عقل کے میدان میں یہ دلیل بھی بہت بھاری وزن رکھتی ہے کہ موجودہ زمانہ کے حالات جبکہ مذہبی دنیا میں عقائد اور اعمال کا غیر معمولی فساد رونما ہے اور مادیت اور لادینی چاروں طرف جال پھیلائے ہوئے ہے اور دجالی فتنے جن کے متعلق ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمام نبی ڈراتے آئے ہیں۔ ساری قوموں اور ساری ملتوں کو گھن کی طرح کھاتے جا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب حالات ایک نبی کی بعثت کے متقاضی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور فرزندی میں اور آپ کے روحانی سورج سے روشنی پا کر دنیا کو منور

گرے۔ بیشک گزشتہ صدیوں میں بھی تاریکی کا دور دورہ رہا ہے مگر جو غیر معمولی تاریکی اور ایمان اور اعمال کے میدان میں جو غیر معمولی فساد اس زمانے میں آکر رونما ہوا ہے اسکی مثال کسی دوسرے زمانہ میں نہیں ملتی۔ پس اگر گزشتہ صدیوں میں عام مجددوں سے کام چل سکتا تھا تو موجودہ زمانہ میں ایک ایسے عظیم الشان مجدد کی ضرورت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت کے مقام کو بھی پاکر اور نبوت کی طاقتوں سے آراستہ ہوکر دنیا میں اصلاح کا کام سر انجام دے۔ اسی لئے آنحضرت نے آخری زمانہ کے غیر معمولی ظلمات اور فسادات کے پیش نظر فرمایا تھا کہ بیشک ہر صدی کے سر پر عام مجدد آتے رہیں گے۔ مگر دجالی فتنوں کے زمانے میں وہ شخص مبعوث ہوگا کہ:-

لیس بینی وبینہٗ نبیٌّ ۔ (ابو داؤد)

"یعنی میرے اور اس کے درمیان کوئی اور نبی نہیں"

علامہ اقبال اور مولوی مودودی صاحب کی شہادت

یہی وہ تاریک زمانہ ہے جس کے متعلق شاعر قوم علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے مذہبی انحطاط کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ:-

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں ۔ امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں ۔ تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ۔ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(جواب شکوہ)

ان اشعار میں علامہ اقبال جوش کی حالت میں کچھ سخت الفاظ استعمال کر گئے ہیں مگر اس کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ بعض اوقات اصلاح کے خیال سے تلخ الفاظ استعمال کرنے

پڑتے ہیں۔ پس ہمارے ناظرین کو ان الفاظ کی سختی کی طرف نہیں بلکہ ان کی روح کی طرف دھیان رکھنا چاہیئے۔ اور روح نیک نیتی پر مبنی ہے۔ بہر حال ایسے ظلمانی زمانہ میں جس کا اثر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ ہر مذہب و ملت پر پڑ رہا ہے۔ لوگ خواہ گوشت پوست کی زبان سے بولیں یا نہ بولیں مگر زبانِ حال سے ضرور پکار رہے ہیں کہ اس وقت خدا کی طرف سے کوئی عام مصلح نہیں بلکہ نبوت کی طاقتوں والا مصلح درکار ہے۔ چنانچہ اور تو اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تک بھی جو اس وقت ہماری مخالفت میں پیش پیش ہیں فرماتے ہیں۔

اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کیلئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اسکی زبان گدی سے کھینچنے کیلئے تیار ہو جائیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں (ترجمان القرآن بابت دسمبر و جنوری ۴۲ و ۱۹۴۳ء صفحہ ۴۰۶)

زمین و آسمان کی زبردست شہادت

پس قطع نظر قرآنی ارشادات کے اور قطع نظر حدیث کی تصریحات کے اور قطع نظر بزرگان سلف کی شہادت کے خود زمانہ کی حالت اور لوگوں کے دل کی آواز اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اس زمانہ میں ایک نبی کی ضرورت ہے حضرت مسیح موعود بانی سلسلۂ احمدیہ نے خوب فرمایا ہے کہ۔

بشنوید اے طالبان کز غیب بکنند ایں ندا ∴ مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند
آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں ∴ ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

(آئینۂ کمالات اسلام صفحہ ۱۱۴)

"یعنے اے لوگو جو صداقت کی طلب رکھتے ہو کان دھر کر سنو کہ غیب سے یہ آواز آ رہی ہے کہ اس وقت ایک بڑے ربانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر جگہ دین و مذہب میں فساد ہی فساد برپا ہے۔ دیکھو آسمان نے اوپر سے نشانات برسائے ہیں اور زمین نیچے سے پکار رہی ہے کہ یہ وقت ایک ربانی مصلح کا وقت ہے۔ آسمان اور زمین کے یہ دو گواہ میری صداقت کے حق میں شہادت دینے کے لئے چوکس ہو کر کھڑے ہیں۔

پھر اپنے مخصوص دعویٰ مسیحیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت ٭ میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

(درِّ ثمین)

"یعنے یہ زمانہ ایسا تھا کہ اس زمانہ کی لادینی اور مادیت اور دجالی فتنوں اور اسلام کے خلاف حملوں کی وجہ سے کوئی عام مصلح کافی نہیں تھا بلکہ ایک ایسے نائب رسول کی ضرورت تھی۔ جو مثیل مسیح بنکر خدمت دین کے لیئے مبعوث کیا جاتا اور جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد حضرت مسیح ناصری آئے تھے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی دین کی خدمت کے لئے ایک مسیح کی ضرورت تھی سو جب خود زمانہ زبانِ حال سے ایک مسیح کو پکار رہا تھا تو یقیناً اگر اس وقت میں نہ آتا تو کوئی دوسرا نائب رسول مسیح مبعوث کیا جاتا۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ کی ضرورت اور وقت کی شہادت ایک عظیم الشان مصلح کی متقاضی تھی۔ جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور پا کر اور آپکے فیض سے فیض حاصل کر کے دنیا کی اصلاح کرے اور اسی کا دوسرا نام ظلّی اور

امتی نبی ہے کیونکہ وہ ہمارے رسولِ پاک کا روحانی فرزند اور آپ کے شجرِ طیبہ کی شاخ اور آپ ہی کا حصہ ہے۔ کاش ہمارے بھائی اس نکتہ کو سمجھیں۔

کونسا عقیدہ رسولِ پاک کی شان سے زیادہ مطابق ہے؟

اس کے بعد میں عقلی دلائل میں سے آخری دلیل کو لیتا ہوں جو اس پہلو سے تعلق رکھتی ہے کہ عقلی دلائل کے لحاظ سے (کیونکہ اس جگہ عقلی دلائل کی بحث ہے۔ قرآن وحدیث کی بحث نہیں) ختم نبوت کے متعلق کونسا نظریہ درست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان کے زیادہ مطابق ہے۔ آیا وہ نظریہ درست ہے جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ یا کہ وہ نظریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق ہے جو زمانہ میں ہمارے مخالف مولوی صاحبان پیش کرتے ہیں۔ سو اس کے متعلق ہمیں کسی لمبی چوڑی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں عقیدوں کو ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر ایک اجمالی نظر ڈالنا کافی ہے۔ لہٰذا ذیل کے متقابل کالموں میں ہر دو فریق کے عقیدے درج کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود اپنے دل سے فتویٰ لیکر فیصلہ کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ مگر ضروری ہے کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر ان متقابل کالموں پر نظر ڈالیں کہ یہ دین کا سوال ہے جس میں انتہائی سنجیدگی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

اس زمانہ کے دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا عقیدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔

اس زمانہ کے دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ

اور آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہو چکا ہے۔ اور آئندہ کوئی شخص کسی صورت میں نبوت کا انعام نہیں پا سکتا۔ جو نبی آنے تھے وہ آپ سے پہلے آ چکے اور آپ کے بعد کوئی بھی نہیں۔ نہ آپ کی امت میں اور نہ آپ کی امت سے باہر۔ کیونکہ آپ کی بعثت سے نبوت کی تمام مہریں ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی ہیں۔ پس آئندہ آپ کے غلاموں میں سے بھی کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔

جماعت احمدیہ کا عقیدہ

اور آپ میں نبوت کے کمالات انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے آپ کے بعد براہ راست نبوت پانے کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ اب ہر انعام کا حصول آپ کی غلامی کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ پس آپ کے مقام ختم نبوت کی وجہ سے خدائی انعاموں کی نہر بند نہیں ہوئی بلکہ اس کا رستہ بدل کر آپ کے وجود میں گویا ایک نیا ہیڈ ورکس قائم کیا گیا ہے۔ اگر آئندہ کوئی شخص نبی بنے گا تو آپ کی غلامی میں اور آپ کے نور سے نور پا کر اور آپ کا ظل بن کر بنے گا اسکے بغیر ہرگز نہیں۔

یہ وہ متقابل نظریے ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ایک نظریہ موجودہ زمانے کے غیر احمدی حضرات کا ہے جو ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند قرار دیتے ہوئے خیال کرتے ہیں کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی نوع انسان کیلئے نبی اور صدیق اور شہید اور صالح بننے کا رستہ کھلا تھا مگر آپ کی بعثت کے بعد صرف صدیق اور شہید اور صالح بننے کا رستہ کھلا ہے اور نبوت کا رستہ

Head. Work al

بند ہو چکا ہے اور دوسرا نظریہ احمدیوں کا ہے جو نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی تمام خدائی انعاموں کا دروازہ کھلا مانتے ہیں بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ آپکی ارفع شان اور اکمل مقام کے پیش نظر یہ دروازہ پہلے سے بھی زیادہ فراخ ہو کر کھل گیا ہے اور خدائی انعاموں اور روحانی انوار کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر بہنے لگ گئے ہیں۔ البتہ پہلے یہ انعام مستقل حیثیت میں جاری تھے اور اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے ساتھ وابستہ کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کیا خوب فرمایا ہے:-

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

عزیزو اور دوستو! خدا کے لئے اپنے تعصبات سے آزاد ہو کر سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان کس بات میں ہے؟ آیا آپؐ کی شان اس میں ہے کہ آپؐ کی بعثت کے نتیجہ میں ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند کر کے آپ کو ایک جاری شدہ نہر کے خشک کر دینے والا قرار دیا جائے یا کہ آپؐ کی شان اس میں ہے کہ آپ کے مبارک وجود میں سے نبوت کے آبشار پھوٹیں۔ اور جو نعمت پہلے بغیر کسی سابقہ نبی کی پیروی کے براہِ راست ملتی تھی وہ آئندہ آپکی غلامی میں اور آپؐ کے فیض کی برکت سے اور آپؐ کی مُہر کی تصدیق کے ساتھ ملا کرے؟ ہاں ہاں خدا کے لئے گواہی دو۔ وہی خدا جس کے قبضہ قدرت میں ہم سب کی جان ہے اور جس کے سامنے ایک دن ہم سب نے مر کر اپنے اعمال کا جواب دینے کے لئے کھڑے ہونا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان کس بات میں ہے؟ آیا آپؐ کے بعد ہر قسم کی نبوت کے بند ہونے میں یا کہ آپ کی اُمت سے باہر

بند ہونے میں اور آپ کی غلامی کے جوئے کے نیچے جاری رہنے میں؟ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مسلمان جسے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت ہے اور جو درجہ کی نسبت بلندی کے معیار کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اس کا دل گواہی دیگا اور اس کا نورِ قلب پکاریگا کہ ہمارے آقا (فداہ نفسی) کی شان اسی میں ہے کہ آپ کے خادموں اور غلاموں میں ظلّی نبوت کا دروازہ کھلا ہو۔ دیکھو حضرت موسیٰ کے بعد کتنے نبی آئے کہ گویا نبیوں کا ایک تانتا بندھ گیا اور گو ان نبیوں نے موسیٰؑ کی پیروی کی برکت سے نبوت نہیں پائی تھی۔ مگر بہرحال وہ موسیٰ کی ماتحتی میں رکھے گئے تھے اور موسیٰ کی شریعت کے خادم بنے تھے۔ مگر تمہیں کیا کہا جائے اور تمہاری سمجھ پر کیا رونا رویا جائے کہ تمہیں اپنے آقا فخر رسل سید ولد آدم کے خادموں میں ایک شخص کا نبی بننا بھی نہیں بھایا۔ اور اس کا وجود تمہاری آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔

نبوت سے ہماری مراد وہ نہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ذہن میں ہے

بالآخر اس بات کی پھر مکرر وضاحت کی جاتی ہے۔ کیونکہ بدقسمتی سے یہی وہ بات ہے جسکی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو ہمارے عقیدہ کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو رہی ہو کہ جن معنوں میں ہمارے سلسلہ کے مقدس بانی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے یا جن معنوں میں کہ ہم آپ کو نبی مانتے ہیں وہ ہرگز وہ نہیں جو اس زمانے کے دوسرے مسلمانوں کے ذہن میں ہیں۔ بدقسمتی سے آجکل عام مسلمانوں میں یہ غلط خیال راسخ ہو چکا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی نئی شریعت لائے یا سابقہ شریعت میں کوئی کمی یا بیشی کرے یا سابقہ نبی کے جوئے سے آزاد ہو کر نبوت پانے کا مدعی ہو یا اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے یا کسی نئے دین کی بنیاد رکھے وغیرہ وغیرہ۔

اور جب وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات میں نبوت کا دعویٰ پڑھتے ہیں یا کسی احمدی کے منہ سے یہ بات سنتے ہیں کہ ان کے امام نے خدا کی طرف سے نبوت کا منصب پایا تھا۔ تو نبوت کی اس غلط تعریف کی وجہ سے جو ان کے ذہنوں میں سمائی ہوئی ہے وہ جھٹ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ یہاں بھی اسی قسم کی نبوت کا دعویٰ ہے اور یہ کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی نئے دین کی بنیاد رکھی ہے اور کوئی نیا کلمہ ایجاد کیا ہے اور آپ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ حاشا و کلا یہ خیال ہرگز درست نہیں اور ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ حضرت مسیح موعود کا ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ اور نہ ہم آپ کو ایسا نبی مانتے ہیں بلکہ جیسا کہ آپ نے اپنی کتب میں بار بار صراحت کی ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور شاگردی میں اسلام کی خدمت کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ ہرگز کوئی نیا دین نہیں لائے اور نہ آپ نے کوئی نیا کلمہ بنایا ہے بلکہ آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہی اور صرف وہی ابدی کلمہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کو دیا گیا۔ یعنی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔"

اے زمین و آسمان! اے جن و انس گواہ رہو کہ ہم نے خدا کی قسم کھا کر یہ شہادت دی ہے اور انشاء اللہ ہم اسی شہادت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں گے کہ ہمارا دین اسلام ہے۔ اور ہماری کتاب قرآن ہے۔ اور ہمارا رسول محمد صلعم ہے۔

جو خاتم النبیّین ہے اور سب نبیوں سے افضل اور سیّد الاولین والآخرین ہے اور اسی کی ہم اُمّت ہیں۔ جو شخص اس عقیدہ کے سوا ہماری طرف کوئی اور عقیدہ منسوب کرتا ہے وہ ہم پر افترا باندھتا ہے اور ہم پر ایک ایسا ظلم کرتا ہے جس کے لئے یقیناً وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت سے ہماری مراد ہرگز ہرگز وہ نبوّت نہیں جو ہمارے مخالفوں کے ذہن میں ہے۔ بلکہ یہ ایک روحانی مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور شاگردی میں اور آپؐ کی ارفع شان کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے عطا کیا گیا ہے اور اس سے مراد صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اظہار علی الغیب ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں حقیقتاً نبوّت سے مراد یہی چیز ہوتی ہے نہ کہ کسی نئی شریعت کا نزول جو ایک بالکل زائد چیز ہے کاش ہمارے دوست اس حقیقت کو سمجھیں!۔

(اگلا صفحہ دیکھئے)

بحث کا خلاصہ اور رسالہ کا خاتمہ

اب میں خدا کے فضل سے اور اسی کی توفیق کے ساتھ اس مضمون کے سارے حصوں کی بحث ختم کر چکا ہوں۔ یعنی ابتدائی تمہید کے بعد سب سے پہلے قرآنی آیات کی روشنی میں مسئلہ ختم نبوت کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اسکے بعد احادیث کی رُو سے اس مسئلہ کی بحث کی گئی ہے۔ پھر اپنے عقیدہ کی تائید میں گذشتہ بزرگوں کے اقوال درج کئے گئے ہیں۔ اور بالآخر عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور غلامی میں ظلی اور امتی نبی آسکتا ہے بلکہ یہ کہ یہ زمانہ زبانِ حال سے پکار رہا ہے کہ اس وقت ایک نبوت کی طاقتوں والے مصلح کی ضرورت ہے اور یہی وہ چار امکانی ذریعے ہیں جن سے کسی زیر بحث اسلامی مسئلہ پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ اور الحمد للہ کہ ان چاروں کسوٹیوں نے بالاتفاق ہمارے حق میں ڈگری دی ہے قرآن مجید باآواز بلند گواہی دے رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں جو خیر الامت کا درجہ رکھتی ہے۔ گذشتہ امتوں سے بڑھ کر روحانی انعاموں کے دروازے کھلے ہیں کیونکہ جہاں گذشتہ امتوں میں جو شخص نبوت کا درجہ پاتا تھا وہ کسی سابقہ نبی کی پیروی سے نہیں پاتا تھا بلکہ براہ راست پاتا تھا۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ ختم نبوت کی برکت سے اُمت محمدیہ میں یہ دروازہ آپ کی شاگردی اور غلامی میں کھولا گیا ہے۔ پھر حدیث کے میدان میں نہ صرف یہ کہ متعدد احادیث اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت

میں بغیر شریعت کے نبی آ سکتا ہے بلکہ جو حدیثیں متشابہ سمجھی جاتی ہیں ان پر غور کرنے سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف تشریعی نبوت اور مستقل نبوت کا دروازہ بند ہے۔ ظلی نبوت کا دروازہ ہرگز بند نہیں۔ اور ظلی نبوت سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں اور خوشہ چینیوں میں سے کوئی شخص آپ کے فیض سے فیض پا کر اور آپ کے انوار کا عکس لیکر نبوت کا مقام حاصل کرے۔ ایسی نبوت فنا فی الرسول کے طریق پر حاصل ہو حقیقتہً آپ ہی کی نبوت کا حصہ ہے نہ کہ کوئی غیر چیز۔ اس لئے اس قسم کی نبوت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی رہتے ہیں۔

احادیث کے بعد بزرگوں کے **اقوال** کا درجہ آتا ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لیکر موجودہ زمانہ تک کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں کسی نہ کسی اسلامی بزرگ نے کم وبیش وہی عقیدہ نہ ظاہر کیا ہو جو ہماری طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس مقدس سلسلۂ شہادت کی ابتدائی کڑی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شروع ہوتی ہے۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ جیسی عظیم الشان ہستیوں کے دور میں سے گزرتے ہوئے بالآخر مدرسۃ العلوم دیوبند کے واجب الاحترام بانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مرحوم کے وجود میں آکر ختم ہوتی ہے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جسکے معاً بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک غیر تشریعی امتی نبی کے وجود کو تسلیم کرنے کی وجہ سے ہمیں کافر و مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے تو تمہارے

مخالف ان بزرگ ہستیوں کے متعلق کیا کہیں گے جو کم وبیش وہی عقائد ظاہر کرتے رہے ہیں۔ جو ہم کرتے ہیں بالآخر عقلی دلائل کا میدان ہے اور اس میدان میں بھی ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ نہ صرف خدا تعالیٰ کی ازلی سنت کے عین مطابق ہے۔ بلکہ زمانہ کی شہادت اور فطرت کی پکار بھی ہمارے حق میں ہے اور یہ شہادت وہ ہے جس کی تائید میں علامہ اقبال اور مولوی ابوالاعلیٰ مودودی تک صریح الفاظ میں اعلان کر چکے ہیں۔

ان چار عظیم الشان شہادتوں کے ہوتے ہوئے جن میں سے ہر شہادت صداقت کا ایک بلند مینار ہے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ گویا ہم نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر اور آپ کی ہتک کرنے والے ہیں اور گویا ہم نے اسلام کو چھوڑ کر کوئی نیا دین نکالا اور کوئی نیا کلمہ ایجاد کیا ہے۔ کتنا جھوٹ، کتنا ظلم اور کتنی سینہ زوری ہے۔ ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے کس درد کے ساتھ فرمایا ہے کہ:۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دِل اس راہ پہ قربان ہے

دے چکے دِل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

یہ ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کا کلام ہے جس کے لفظ لفظ اور حرف حرف پر ہمارا ایمان ہے۔ ولعنۃ اللہ علیٰ من کذب۔ دنیا اس وقت مانے یا نہ مانے لیکن صداقت انشاء اللہ غالب آکر رہے گی۔ اور آج جن لوگوں کو نعوذ باللہ اسلام کا دشمن رسولِ پاک کی ہتک کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ وہی بالآخر سچے ثابت ہوں گے۔ اور اسلام کی فتح کا نقارہ انہیں کے نام بجیگا دنیا اس وقت اس نازک مقام پر ہے جہاں سے آگے جانے والے رستے پھٹتے ہیں اور خدا کی ازلی تقدیر نے مقدر کر رکھا ہے کہ جماعت احمدیہ کا قدم اسی رستہ پر پڑتا چلا جائے گا جو کامیابی اور کامرانی کا رستہ ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ دنیا پکارے گی اور ہمیں کافر کہنے والوں کی اولاد شہادت دیگی کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی شان کی رفعت اور اسلام کی سربلندی اس عقیدہ میں نہیں ہے جو ہمارے مخالف کہتے ہیں بلکہ اس عقیدے میں ہے جو ہم کہتے ہیں۔ ختم نبوت کا مسئلہ وہ آخری خندق ہے جو ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان حائل ہے اور جب ہم نے خدا کے فضل و رحم کے ساتھ اس خندق کو کامیابی سے سر کر لیا تو انشاء اللہ

اگلا میدان صاف ہے۔ خدا کرے کہ وہ وقت قریب ہو۔ خدا کرے کہ ہمارے بھٹکے ہوئے بھائی اس روشنی کو دیکھیں جو ہم نے دیکھی ہے اور اس آبِ حیات کو چکھیں جس کو ہم نے چکھا ہے۔ اور حضرت خاتم النبیین افضل الرسل سیدِ ولدِ آدم کی بلند شان اور آپ کے حقیقی مقام کو پہچان کر اسلام کی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں تا دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور تا جس طرح دنیا کا خدا ایک ہے خدا کی کتاب اور اس کا رسول بھی ایک ہو اور باقی سب اس کے جھنڈے کے نیچے۔ وذلک تقدیر العزیز الحکیم وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار

خادمِ ملت مرزا بشیر احمدؐ

ربوہ:- بروز جمعہ بتاریخ ۲۷ مارچ ۱۹۵۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّدی حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے قمر الانبیاء کی یہ مختصر مگر جامع کتاب ہے جس میں ختم نبوت کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مسئلہ کو ایسے سلیس رنگ میں حضرت ممدوح نے حل فرمایا ہے کہ ایک سنجیدہ فطرت انسان آسانی سے اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

اس کتاب کو ہمارے ایک مخلص دوست مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ و ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے شائع کروایا ہے۔ سیٹھ صاحب موصوف ہر سال اشاعت لٹریچر کے سلسلہ میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے اموال میں برکت ڈالے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا وسیم احمد

ناظر دعوۃ تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

مطبوعہ

کوہ نور پریس

چھتہ بازار حیدر آباد دکن

اے، پی